

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَقُّ الْمُبِينُ

أَوَّلُ الْبَيْتِ

— كَوْنٌ —

الْحَقُّ الْمُبِينُ

— كَوْنٌ —

أَوَّلُ الْبَيْتِ

# تعارف

۱۹۵۸ء میں جسریہ "الفاروق" دارالہدیہ کو کیہ ہے

شائع ہوتا تھا جس میں ایک مضمون چھ مضمون میں چھپتا رہا

جس کا عنوان "الجمال والکمال بوضع الیمین علی

الشمال" تھا۔ اس کے ضرورت کے لیے عسکری ہوئے کہ کسی

شیخ علی اطہر نے ایک رسالہ بنام "الجمال الیدنی" تصنیف

کر کے "الفاروق" کے دفتر میں بھیجا۔ اور اس کا جواب لکھنے کے

دو دن بعد ہی مدنی دست پر احمد شاہ خاں نے یہ ذرا لکھ

مجھے سونپ دیئے چنانچہ میں نے یہ مضمون "الفاروق" کے دفتر

میں ارسال کر دیا جو کہ مضمون میں شائع ہوا۔ اس

کی افادہ کے پیش نظر بے کتاب مکتوب میں شائع کیا جا رہا ہے،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ یا رضان کمالہ

# مقدمہ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى  
جب سے دنیا قائم ہوئی ہے اور اولاد آدم اس پر آباد ہے۔ یہاں مختلف  
عقول کے انسان بستے ہیں۔ چونکہ عقول مختلف ہیں اس لئے اختلاف آراء  
لازمی امر ہے۔ کسی انسان کی رائے کسی چیز کے متعلق کچھ ہے کسی کی کچھ اور سچ  
پوچھو تو اس سے دنیا کی رونق وابستہ ہے۔

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زمینیت چمن  
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

دیکھئے نماز اللہ تعالیٰ کے حکموں میں سے ایک بہت ضروری حکم ہے اور  
عظیم الشان حکم ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ نماز فرض ہے۔ شیخ ابو یوسف  
سب اس بات پر متفق ہیں کہ نماز احکام رب العالمین میں سے ایک عظیم حکم ہے  
اور ہم پر فرض ہے۔ البتہ طریقہ نماز میں ضرور کچھ اختلاف دکھائی دیتا ہے کچھ لوگ  
کہتے ہیں ہاتھ کھول کر نماز پڑھنی چاہیئے۔ دوسرے لوگوں کا خیال اور عقیدہ یہ  
ہے کہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنی چاہیئے۔ فریقین اپنے اپنے دلائل پیش کرتے آئے  
ہیں مکر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ اگرچہ یہ کوئی اصولی اختلاف نہیں لیکن وہ  
حاضرہ میں اسے اصولی مسئلہ کی حیثیت دینے کی کوشش کی جا رہی ہے یہاں  
نمک کہ علوم ہاتھ باندھنے اور ہاتھ کھولنے ہی کو اہل تشیع اور اہل سنت میں بنیادی  
اختلاف قرار دیا کرتے ہیں۔

دفتر "الفاروق" میں ایک رسالہ بنام "ارسال الیدین" موصول ہوا ہے۔ جس کا جواب لکھنے کی درخواست کی گئی ہے۔ اس رسالہ کے مصنف کوئی علی اظہر صاحب ہیں۔ اگرچہ رسالہ کا جواب لکھنے کی چنداں ضرورت نہ تھی لیکن ہمدردان الفاروق کے مطالبہ پر اس کا جواب لکھنا ضروری ہو گیا۔ انشاء اللہ، "الفاروق" کے صفحات میں اس کا جواب پیش کروں گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے دربار میں دست بردار ہوں کہ حق لکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور عند اہل تعصب و عناد سے محفوظ رکھے۔

ناچیز، اللہ یار خاں، چکڑالہ

علی اظہر صاحب : اس رسالہ کی غرض اصلی اس امر کی تحقیق ہے کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنی چاہیے جو طریقہ شیعوں ہے یا ہاتھ باندھ کر جو طریق اہل سنت ہے۔ مگر اس تحقیق کا مدار صرف کتب معتبرہ اہل سنت پر ہو نہ کہ شیعوں پر۔  
(از سال الیہی ص ۱)

اللہ یار خاں : قارئین کرام "کتب اہل سنت" کے جملے کو ذہن میں محفوظ رکھیں۔ آگے چل کر آپ خود دیکھ لیں گے کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔

علی اظہر صاحب : اس مسئلہ (یعنی ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے) میں اہل سنت کے چار مذاہب ہیں جس کو عبد الوہاب شمرانی نے اپنی کتاب رحمۃ اللہ فی اختلاف المسلمین میں ان الفاظ میں لکھا ہے :

واجبوا علیہم ان یشترکوا فی وضع	اجماع کیا ہے آئمہ اہل سنت نے کہ سنت
الیمین علی الشمال فی الصلوۃ الا	ہے رکھنا داہنے کابائیں ہاتھ پر نماز میں
فی روایتنا عن مالک وحمی	مگر امام مالک سے ایک روایت ہے اور
المشہورۃ انہ یرسل یدیمہ امرئلاً	وہ مشہور ہے کہ وہ ہاتھ کھول کر نماز
وہما الا وذاہم بالتخصییر۔	پڑھتے تھے اور اوزاعی قائل تفسیر
	کے ہیں۔

اللہ یار خاں : مروجی صاحب کے دعوے اور اس کے ثبوت میں مندرجہ بالا عبارت میں کچھ جھوٹ ہیں کچھ بدحواسیاں۔ جھوٹ تو شاید حق کے ثواب لوٹنے کی غرض سے بولے گئے ہیں اور بدحواسیاں اس کا لازمی نتیجہ ہوا کرتی ہیں۔  
۱۔ دھڑکی یہ کیا ہے کہ اہل سنت کے اس مسئلہ میں چار مذاہب ہیں اور دلیل جو پیش کی اس میں تین مذاہب بیان ہوئے۔

(۱) ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا جس پر امت کا اجماع ہے۔

(ب) ایک مشہور روایت امام مالک کی ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کے بارے میں  
یعنی صرف ایک روایت ہے امام مالک کا مذہب نہیں۔

(ج) امام اوزاعی کا تحییر کا قائل ہونا۔

پڑھنے والے کے ذہن میں لازماً یہ سوال پیدا ہو گا۔ دعویٰ چار کا کیا تھا وہ چوتھا کہاں  
ہے۔ وہ لازماً اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ اس جھوٹ میں بدوہی بھی شامل ہے۔

۲۔ دوسرے جھوٹ سے مولوی صاحب کی علمیت اور قابلیت بھی نمایاں ہوتی  
ہے۔ وہ یہ ہے کہ رحمة اللہ کتاب علامہ شمرانی کی نہیں بلکہ عبد الرحمن دمشقی کی ہے۔  
ظاہر ہے کہ اگر انہوں نے بیان بوجہ کر یہ لکھا ہے تو عند اتقیہ کا ثواب ٹوٹا ہے اور اگر  
وہ اصل مصنف کو جانتے نہیں تو یہ ان کی جہالت کی دلیل ہے۔

جناب کا دعویٰ یہ تھا کہ میں اہل سنت کی معتبر کتابوں سے ارسالی للیدین کا ثبوت  
پیش کروں گا مگر اصل دہلی میں جو کتاب بطور شہادت کے پیش کی۔ اس کے مصنف سے  
بھی بے خبر ہیں۔ پھر اس سے بڑی جہالت یہ کہ ظہر صاحب کو اتنا علم بھی نہیں کہ اہل سنت  
کے اہل معتبر کتابیں کون سی ہیں اور غیر معتبر کون سی

۳۔ مولوی صاحب خود بیان کر رہے ہیں کہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے پر اجماع امت  
ہے۔ پھر اس اجماع کے مقابلہ میں ایک روایت اور ایک قول پیش کر کے دوسرا  
اور تیسرا مذہب قرار دے رہے ہیں۔ کوئی پوچھے کہ اجماع کے مقابلے میں ایک روایت  
یا ایک قول کیا حیثیت رکھتا ہے۔ یہ انہر صاحب کی اصول سے واقفیت کا فقدان ہے۔  
اس ایک روایت کی حقیقت آئندہ صفحات میں کھول کر بیان کی جائے گی۔

بہر حال قارئین کرام پر واضح ہو گیا کہ علی انہر صاحب کا دعویٰ کہ ”میں کتب معتبرہ  
اہل سنت سے ثبوت پیش کروں گا۔“ کہاں تک درست ہے۔ انہر صاحب کی فقہیت  
کے لئے ہم یہ بتائے دیتے ہیں کہ اہل سنت کے اہل کتب معتبرہ اور ان کی ترتیب کیا ہے

## ۱۔ قرآن کریم۔

۲۔ حدیث رسول۔ اس میں اول درجہ میں بخاری، مسلم اور سنی امام مالک ہیں۔

دوسرے درجہ میں قرظی، ابو داؤد، نسائی اور ترمذی الصراح از علامہ رزینی

(جامع الاصل ابن اثیر) اور مصنف امام احمد۔

ان کے علاوہ سب کتب میں وطب یا بس طہ ہے۔ تفصیل کی ضرورت ہو تو شاہ ولی اللہ کی حجتہ اللہ لبائہ اور فتح المسلمین شرح مسلم دیکھئے۔

یہ نہ سمجھا جائے کہ کتب مذکورہ کے سوا پر جرح نہیں ہوتی۔ ان کے مدافہ پر یقیناً جرح ہوتی ہے۔ ہم یہ بھی نہیں کرتے کہ راوی کہتا ہے ”مگر جرحی میں آئے سنا دیں“ اور سختے رہیں۔

علیٰ اطہر صاحب معلوم ہوا کہ ہر امام کا مذہب جدا کا ذہب ہے۔ ایک ہاتھ کھولتا ہے۔ دوسرا سینے پر تھمیرا زیناف رکھتا ہے۔ چوتھا کتا ہے جہاں چاہو رکھو۔ جس سے ایک معمولی کچکا آدمی بھی اس نتیجے پر ضرور پہنچتا ہے کہ یہ مذہب رسول اللہ سے نہیں لیا گیا۔ نہ ان کے طریقے پر ان کا عمل ہے کیونکہ یہ ضروری ہے کہ حضرت کا کوئی خاص معمول تھا جس کے مطابق آپ نماز پڑھتے تھے۔ اگر مذہب کے اصول و فروع آپ سے ماخوذ ہوتے تو ان میں اختلاف نہ ہوتا۔

اللہ یار خاں، شیعہ سنی تنازعہ وضع یدین کے عمل میں نہیں بلکہ ہاتھ باندھنے اور کھڑے ہیں ہے۔ اہل صاحب کو ارسال الیہ یدی کا ثبوت ہم پہنچانا تھا۔ اپنے دعوئے کا ثبوت پیش کرنے کے تو محل وضع یدی کا اختلاف پیش کر کے بات ٹال دی۔ رہی یہ بات کہ سنی مذہب کے اصول و فروع رسول خدا سے ماخوذ نہیں ورنہ یہ اختلاف نہ ہوتا۔

اٹھ صاحب کو اپنے گھر کے اندر بھی جھانک لینا چاہیے تھا شیعہ مذہب تو سارے کا سارا اختلاف کا ایک جنگل ہے۔ جس میں ہدایت کی کوئی کرنی بھی نہیں پہنچ سکتی۔ غور

۱۔ شیعوں میں عہدوں کو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا حکم ہے اور باندھ کر پڑھتی ہیں۔  
 اور مرد ہاتھ کھول کر پڑھتے ہیں۔ (اگر اتفاقاً پڑھنی پڑے) معلوم ہوا کہ شیعوں نماز رسول خداؐ  
 سے ماخوذ نہیں ورنہ یہ اختلاف نہ ہوتا۔ ملاحظہ ہو شیعوں کی معتبر کتاب فروع کافی۔ طبع  
 لکھنؤ

عن حمید قال اذا قامت  
 المرأة في الصلوة جمعت بين  
 قد مياها وتفرج بينها وتضم  
 يديها الى صدرها المكان ثديها  
 حرر کہتا ہے عورت جب نماز میں کھڑی ہوتی  
 دونوں قدموں کو جمع کر کے رکھے اور اُن میں  
 فراخی نہ کرے اور دونوں ہاتھوں کو اپنے  
 سینہ پر دونوں پستانوں کی جگہ رکھے۔  
 دو اماموں یعنی باپ بیٹے میں اختلاف۔

استبصار ص ۱۴۳ پر مرقوم ہے۔ ابو بکر سے روایت ہے امام صادق سے کہ میں نے عرض  
 کی فہر کی سنتیں کس وقت پڑھیں تو امام نے جواب دیا طلوع فجر کے بعد۔ ابو بکر کہتا ہے کہ  
 میں نے امام صادق سے کہا کہ آپ کے والد بزرگوار امام باقر نے مجھے حکم دیا تھا کہ طلوع فجر  
 سے پہلے پڑھیں پس فرمایا امام صادق نے کہ اسے ابو محمد تحقیق شیعوں میرے والد کے پاس طالب  
 ہدایت ہو کر آتے تھے تو مسئلہ جن اُن کو بتاتے تھے۔ اور میرے پاس شیعوں شک لے کر آتے  
 ہیں۔ میں ان کو تنبیہ کر کے فتنی دیتا ہوں۔

اب اگر کوئی کہے کہ امام نے تنبیہ کر کے کلمہ پڑھا تھا تو شیعوں اس کی تردید کیونکر کریں گے۔  
 صاف ظاہر ہے کہ شیعوں مذہب رسول خداؐ سے ماخوذ نہیں بلکہ شیعوں اماموں اور شیعوں کے  
 درمیان ایک دھل کا سماں پیش کرتا ہے۔

۳۱ عن ابی عبد اللہ اشہ قال  
 اتی انکظم عن سبعین وجہا لی  
 فی کما المخرج وایضا عن  
 امام جعفر نے فرمایا کہ میں دس گھنٹہ کو آتا ہوں لیکن  
 کے ستر ہونے لگ سکتے ہیں اور جہڑ چہوں میں بڑے  
 نکلنے کا راستہ چلتا ہے۔



ابی بصیر قال سمعت ابا عبد الله  
انی انکلتکم بالکلمۃ الواحدۃ لہا  
سبعون وجہا ان شئت اخذت  
کذا وان شئت اخذت کذا۔  
(امام الاصول ص ۷۰ علامہ دہلوی علی

نیز ابو بصیر سے روایت ہے کہ میں نے امام  
جسٹ سے سنا فرماتے ہیں میں ایسی بات  
کہتا ہوں جس کے ستر معنی نکل سکتے ہیں  
چاہوں تو یہ مطلوب ہوں چاہوں تو وہ  
وہ معجزہ ہوں۔

شیخ محمد)

اب کون کہے کہ شیعہ مذہب رسول خدا سے ماخوذ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حسنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہاتھ باندھ کر ناز پڑھنے  
کا عمل ائمہ میں اشہر ہے۔ بل کا ثبوت حضورؐ سے منقول نہیں اس میں توسع ہے یعنی ہاتھ  
رکھے جہاں چاہے مگر باندھ سے ضرور۔

علی ائمہ صاحب : معلوم ہوا کہ بعضی تفریق جماعت اور فرقہ بندی قائم کرنے کے لئے  
ایک ایک امام نے ایک ایک خاص صورت نکالی کہ مسلمانوں کی جماعت متفرق ہوئی۔

ائمہ یارِ خاں : کسی امام نے کوئی صورت اپنی طرف سے تجویز نہیں کی نہ خانی ہر ایک  
نے جناب خاتم الانبیاءؐ کی حدیث پر عمل کیا۔ اسی پر اہل بیت منظم عمل پیرا رہے اور ہم  
مذہب آئمہ اربعہ اہل سنت کا ہے۔ اسی پر امام مالک عمل کرتے رہے اور حکمِ شیعہ رچا۔

## از مولانا الشہید یار خاں صاحب : ۱-۵۸-۲-۱

قال الشيخ ابو اسحاق الشيرازي

ترجمہ : شیخ ابو اسحاق شیرازی نے ہمیں

فی المسح۔

صفحہ ۵۸ مطبوعہ مسر (باب

بایرود بخبر الواحد)

اذا روي الخبر تقه  
بوجاهته والناظر ان يخالف اجماع  
فيستدل به على انه منسوخ

وجوہ کی بنا پر حدیث رد کی جائے گی۔ اور

تیسری وجہ یہ کہ حدیث مخالف اجماع کے

آجاتے تو سمجھا جائیگا کہ یہ منسوخ ہے یا اس

ادلا اصل له انه لا يجوز ان

يكون صحيحاً وتحتج

حدیث کا کوئی اصل ہی نہیں ہے منسوخ

ہے اس واسطے کہ یہ جائز ہی نہیں کہ حدیث

الامة خلاصہ۔

صحیح ہوتی اور امت رسول اس کو خلاف اتفاق کر لیتی۔

خامد کا جب صحیح حدیث مخالف اجماع آجائے تو غیر مقبول ہے لہذا اس کو چھوڑنا

پڑے گا۔ اس لئے کہ یا تو اس کی تطبیق کی جائے یا تاویل کی جائے گی یا منسوخ یا موضوع

ہوگی۔ تمام امت کو گمراہی پر محمول نہ کیا جائے گا۔ جب اظہر علی صاحب خود رحمت اللات

سے اجماع آئے ہاتھ باندھنے پر بیان کیے ہیں اور آئندہ بھی اجماع و اتفاق بیان کرینگے

تو خود ہی فرمائیں اس اجماع کے مخالف اس القاکم کی روایت کی کیا قدر ہوگی۔

اب رہا کہ بعض مالکی ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں اس کے متعلق عرض ہے کہ اقل

تو جب واضح ہو چکا ہے کوئی حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یا صحابہ رض

سے ہاتھ کھولنے کے متعلق موجود نہیں تو پھر بعض مالکیوں کے فعل سے غیر پرعت کسی

”ثُمَّ، روایت ابن القاسم نے شہرت پکڑی ہے۔ امام مالکؒ کے شانے اکھڑ جانے کی وجہ سے ہاتھ یا نچہ نہ سکتے تھے۔ اس کو دیکھ کر بعض مالکی غلطی میں پڑ گئے جیسا کہ اوپر ثابت کیا جا چکا ہے۔ نیز شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح مسند سعادت میں لکھا ہے کہ:

قَالَ سَأَلْتُ فِي الْمَجَازِ عَنْ أَرْسَالِ بَعْضِ عُلَمَاءِ مَالِكِيَّةٍ قَالُوا تَوَابَشَى سِوَا امْرُؤٍ خَطَبَى فَرَمَا يَشِخْ نَعَى فِي نَفْسِ مَرْبٍ فِي بَعْضِ عُلَمَاءِ مَالِكِيَّةٍ سَعَى أَرْسَالِ يَدَيْنِ كَيْ مَتَلَقَ سَمَوَالِ كَيْ تَوَ عُلَمَاءُ مَالِكِيَّةٍ سَعَى كَوْنِ جَوَابِ نَبِيٍّ ثَرَا - جَعَلَ جَوَابَ كَيْ يَنْ ثَرَا جَبَ رَسُولِ خَدَمَ سَعَى كَوْنِ رَوَايَتِ هِيَ هَيْهَاتَ لَقَى - هَاتِ كَعْلُ لَعَى كَيْ مَتَلَقَ نَقُولَ صَحَابِي نَ فَعَلَ صَحَابِي تَوَكَّيَا جَوَابَ دَعَى فِي نَفْسِ نَهَاتِ شَيْخٍ كَيْ مَعْرَكَةِ الْأَرْوَاقِ كَيْ جَعَلَ دَعَى بَابِ أَرْسَالِ يَدَيْنِ كَيْ تَوَكَّيَا هَاتِ بِنَا بِرَ كَيْ شَايِدَ كَوْنِ دَعَى صَاحِبِ نَهَاتِ نَعَى أَرْسَالِ يَدَيْنِ بِرَ بِشِ كَوْنِ كَيْ هَوَكِ - اس غریب نے بھی علی اظہر صاحب سے نقل کر کے باب کو بھردیا اور ابن القاسم کی روایت کی خوب رٹ لگائی۔

ابن عربیہوں نے ابن القاسم کو شاید پیغمبرؐ لکھا ہے کہ اس کی بات رسول پر جست ہوگی۔ اسی یہ روایت ابن القاسم سے غلط شہرت پکڑ گئی ہے اور ایسا ہوتا رہتا ہے کہ بعض امور غلط شہرت پا جاتے ہیں اور وہ اکثر دین بن جاتے ہیں۔ بعض کے خیال میں جیسا کہ اب ترمذی میں المتصلة من مختلف کا جملہ مخلوق کی زبان زد ہو چکا ہے حالانکہ غلط ہے اور بخاری میں موجود ہے کہ حضرت عمرؓ اور ان کا ساتھی مدینہ سے باہر رہتے تھے نوبت بہ نوبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احکام کی تعلیم کے لئے آتے تھے۔ فاروقؓ کا ساتھی ایک دن واپس گیا شام کو فاروق اعظمؓ کے دروازے پر دستک دی اور فاروقؓ کو کہا کہ آج بڑا حادثہ ہو گیا ہے۔ فاروقؓ نے فرمایا کہ عیسائیوں نے مدینہ پر حملہ تو نہیں کر دیا تو اس نے جواب دیا نہیں۔ اس سے بھی بڑا حادثہ رونما ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازدواج کو طلاق دے دی ہے۔ فاروق اعظمؓ جب صبح مدینہ

تشریف لائے تو مسجد نبوی میں غیر رسول کے پاس یہ باتیں ہر پہی ہیں کہ رسول خداؐ نے عورتوں کو طلاق دے دی ہے۔ مگر رسول خدا زندہ تھے۔ فردی اس غلطی کا ازالہ کرایا گیا ورنہ یہ خبر کس قدر غلط مشہور ہو چکی تھی۔ ایک طرح ابن القاسم کی خبر بھی ہے۔

سرم کوئی ماکھی بھی اس بات کا قائل نہیں کہ ہاتھ باندھنے سے نماز نہیں ہوتی۔ جب شیعوں کا خیال ہے کہ نماز ہاتھ باندھ کر پڑھنے کو فعل۔ یہود و منافقین کہتے ہیں۔ شیعوں اس ایک روایت ابن القاسم سے متعدد کتب اہل سنت سے نقل کر کے ایک روایت کی گئی۔ روایتیں بنا لیتے ہیں۔ فلک النہات کو دیکھیں متعدد کتب کے حوالے دے کر کئی درق سیاہ کر ڈالے۔ کیا متعدد کتب سے ایک روایت کو نقل کرنے سے متعدد روایتیں اور متعدد روایتیں بن جاتی ہیں۔ جب سرے سے ایک روایت ہے۔ ابن القاسم کی اس روایت کو بار بار لوٹانے سے کیا فائدہ۔

علی اطہر صاحب: ان کا ظاہری صورت پر بھی نماز کے متعلق اتفاق نہیں کہ آخر نماز پڑھی جائے تو کس طرح جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے کبھی کبھار دیکھا ہی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس طرح نماز پڑھی ہے۔ ہاتھ باندھ کر پڑھتے تھے یا کھول کر پڑھتے تھے

اللہ یار خاں: اہی حضرت وضع یدین کے عمل میں شبہ منی تنازعہ نہیں آپ اختلاف

عمل کو خواہ عواہ چھیر کر وقت ضائع کرتے ہیں۔ کیا ہمارا اتفاق نماز میں نہیں۔ اہی شبہ کا بڑا اتفاق ہے۔ مرد کھول کر پڑھتے ہیں عورتیں ہاتھ باندھ کر ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا مگر جنہوں نے دیکھا وہ جماعت صحابہ کرام ہے۔ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان و عمل نماز نقل کر کے پیروی کیا ہے ہم کو بتایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے تھے۔ جب آپ نے اول گواہ نبوت و رسالت رسول احمد گواہ قول و عمل رسول مگر ایسے تو آپ کو رکھی نے بتایا کہ رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔ اجی آپ تو یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ رسولؐ نے نماز پڑھی بھی تھی کہ نہیں۔ رکعات ہاتھ کھولنا یا بند کرنا تو دور کی بات ہے۔ آپ کو کس نے بتایا کہ رسولؐ نے نمازیں پر لمبی تھیں۔ غریب تو لیا جاتے زرارہ و البرصیر سے اور نام لیا جاتے رسولؐ کا، افسوس صد افسوس !

علی اطہرؑ : یہ سب تغیر ہے اتباع صحابہ کا جو ماحذ دین و احکام شریعت بنائے گئے۔ اور ان کی روایت پر عمل کی ضرورت کی ورنہ اگر وہ اتباع تھیں کرتے تو کتاب و سنت ظاہر سے احکام ملتے تو ہرگز کوئی اختلاف نہ ہوتا۔ میں وجہ ہے کہ شیعوں کوئی اختلاف نہیں۔ تمام میں ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں۔ جو سنت رسولؐ ہے۔

اللہ یا رخاں : اجی حضرت بغیر اتباع صحابہ نبوت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ثابت نہیں۔ نماز تو دور کی بات ہے۔ باقی رہا ماحذ دین کا مسئلہ تو صحابہ ہرگز ماحذ دین نہیں بلکہ ماحذ دین کتاب اللہ ہے۔ جس کو شیعہ نے حرف مان کر ساقط انرا اعتبار کر دیا ہے۔ دوئم، سنت رسولؐ اگر مصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ البتہ راد کا اہل ماحذ مذہب و دین صحابہ کرامؓ میں باقی آپ کا یہ کہنا کہ شیعہ کا ماحذ دین کتاب و سنت ہے غلط ہے۔ کتاب کی حکمت جو شیعہ حضرات نے بنائی ہے ایسا تو اہل کتاب عیسائیوں نے قورات و انجیل کی بھی نہ بنائی تھی۔ زائد از دو ہزار روایات متواتر تحریف قرآن کی مان کر قرآن کو مستحکم کفر قائم کرنے والا بنا کر ساقط کر دیا۔ باقی دہی عزت تو آپ کا یہ دعویٰ ہے (اور صرف دعویٰ جیسا کہ قریش مکہ طیت ابراہیمی کا دعویٰ کرتے تھے)

۱۲۔ اشخاص کو تو اہل بیت بنایا۔ باقی صبیحوں نفوس مقدمہ اہل بیت کو اہل بیت سے صرف خارج ہی نہیں کیا ان پر طرح طرح کے فتوے بھی لگائے۔ دین و مذہب شیعہ تو لیا جانے احوال و مدارہ البرصیر وغیرہ سے اور نام لیا جائے رسولؐ اہل بیت کا۔ فرماتے ہیں کہ شیعہ مؤمنین سب ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں۔ ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ مگر علی اطہرؑ سے

کون پوچھے کہ شیخ عورتیں جو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتی ہیں۔ وہ شیخ مومنین میں داخل ہیں یا خارج خدا اس کا فیصلہ اپنی قلم سے فرمائیے۔ ان پر حکم لگائیے یہ شیخ ہیں یا نہ۔ اگر ہیں تو مومن بھی ہیں یا نہیں۔ ان کا فیصلہ علامہ شیخ پر ہے ہم کچھ نہیں کہتے۔

علیٰ اظہر صاحب شیخ ارسال الیہ میں صرف علامہ عبدالوہاب شعرائی کی کتاب میزان الکبریٰ کے صفحہ ۱۲ ج ۱ سے یوں نقل فرماتے ہیں :

ومن ذلک اتفاق الامة	توجہ :- اسی سے اتفاق ائمہ
علیٰ استصحاب وضع الیہین علی	اربعہ اس پر ہے کہ نماز میں داہنا ہاتھ
اشمال فی البقیام وما قام	بائیں ہاتھ پر رکھنا چاہیے۔ یا بوجہ مقام
مقامہ مع قول مالکؒ فی	اس کے ہونے حالانکہ قول مالکؒ مشہور
اشہر رواۃ ائد یوسل	دونوں مدایتوں سے یہ کہ کھڑے
ید یدہ ارسال	ہجے۔

یہ عبارت علیٰ اظہر صاحب نے صرف سے صرف تک ارسال الیہ میں پر نقل کی ہے۔

التقدیر یہ تھا : اول بات تو یہ ہے کہ مولوی علیٰ اظہر نے یہ دعوے کیا تھا کہ میں ہاتھ کھولنے باندھنے کی دلیل مستبر کتب اہل سنت سے پیش کروں گا۔ اس دعوے کو کہاں تک پورا کیا۔ اس غریب سے کوئی پوچھے تو یہی کہ رحمت الائمہ "ادۃ میزان الکبریٰ" کو کس شخص نے مستبر کتب میں لگنا ہے۔ کیا یہ کوئی حدیث کی کتاب ہے یا کیا یہ کوئی تفاسیر کی کتابیں ہیں یا کیا یہ فقہ کی کتابیں ہیں یا کیا ان کتابوں پر مذہب کے مسائل کی بنیاد ہے یا علم سلوک و تصوف کے مسائل ہیں۔

میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اہل سنت کے ہاں سب سے معتبر کتاب کتاب اللہ ہے۔ جس کا ایک ایک حرف قطعی اہل یقین ہے۔ بعد کتاب اللہ بخاری۔ مسلم۔ موطا امام مالکؒ

میں۔ سوم نسائی ابو داؤد، ترمذی و جامع الاصول و مسند امام احمد و غیرہ ہیں۔ مگر ان کی حدیث پر بھی باقاعدہ جرح کی جاتی ہے۔ علی اظہر شیعہ کا فرض تھا۔ جب دعویٰ کیا تھا کہ میں ارسال الیہ دین کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت کروں گا تو بخاری سے لے کر جو کتابیں معتبر تھیں ان سے ثبوت دینا۔ اگر معتبر کتب میں کوئی حدیث ارسال الیہ دین کی نہ ملتی تھی تو کم از کم ضعیف حدیث ہی پیش کر دیتے۔ آخر کتابیں نکلیں تو "میزان کبریٰ" اور "رحمت الامت" الی سے بھی صرف ایک روایت "ابن القاسم"۔ علی اظہر خود اجماع ائمہ اور اتفاق ائمہ اور ابو نعیم بھی کرتے ہیں۔ ہاتھ باندھنے پر پھر غضب کی بات ہے کہ اجماع کے مقابلہ میں ایک قول ابن القاسم کا پیش کر کے اہل سنت کو حجت قائم کرتے ہیں۔ سبحان اللہ۔

**علی اظہر شیعہ ص ۱** اصل مقصود بلکہ نماز کی روح کیا ہے۔ حضور قلب۔ وہ اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے کہ جب ہاتھ کھلے ہوں کیوں کہ اس وقت میں اس کا دل و دماغ صرف خدا کی طرف متوجہ ہوگا۔ خلاف اس کے اگر نام پر رکھے یا سینہ پر پھر حال حضور قلب میں فرق آئے گا۔ اور پورے طور پر حضور قلب نہ ہوگا کہ ہر کوئی اسے عبادت میں مشغول سمجھتا ہے۔

**اللہ یار خاں :** اول تو بات تھی کہ کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یا صحابہ کرامؓ یا ائمہ سے ہاتھ کھولنا ثابت ہے یا باندھنا۔ تو صاحب ارسال الیہ دین علی اظہر سے ثابت نہ ہو سکا۔ اب حضور قلب کا مسئلہ چھیڑ دیا۔ مگر یا کہ جناب ارسال الیہ دین کو تو احادیث مجید رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت کر چکے ہیں اور اب فلسفہ ہاتھ کھولنے کا بیان کر رہے ہیں۔

ابھی حضرت اشیہ بھی ہو اور حضور قلب بھی ہو حضرت! شیعہ کا کلام ہے کہ نام کریں سر پر خاک ڈالیں، تغیر زنی کریں۔ شیعہ کو حضور قلب سے کیا واسطہ؟

ابھی حضرت ! ہاتھ کھولنا ایک ہمیشہ کی عادت ہے۔ عبادت عبادت کے خلاف ہونی چاہیے۔ آج بھی کوئی آدمی ہاتھ کھول کر نماز پڑھ رہا ہو تو دوسرے آدمی یقیناً اس کو نمازی نہ خیالی کرے گا۔ بخلاف ہاتھ باندھنے والے کے کہ ہر کوئی اسے عبادت میں مشغول سمجھتا ہے۔

امی حضرت۔ حضور قلب ہاتھ کھولنے پر موقوف نہیں بلکہ یہ خاص حالت ہے جو ادبیاء اللہ و خا صانِ خدا کو حاصل ہوتی ہے اور اولیاء اللہ سوائے اہل سنت کے اور کسی فرقہ میں نہ پائے گئے، نہ پائے جائیں گے۔ شیعوں میں تو یہ امر اللہ محال ہے بلکہ اجتماع ضدین ہے۔ شیعوں میں ہر اور حضور قلب بھی۔

علیٰ اظہر۔ اب یہاں تہمتِ مذہبی کو چھوڑ کر پہلے کسی شیعوں کی مسجد میں جا کر اسی کے پیش نماز کو دیکھئے۔ (دیکھو کہ حرام کا اعتبار نہیں) پھر اس کے بعد پہلے حنفیوں کی مسجد میں جائیں پھر اہل حدیث کی مسجد میں۔ اور غرض کی نگاہ سے (دونوں کے افعال نماز پر نظر کیئے تو صفات معلوم ہوں گا شیعہ نماز کو ایک عبادت سمجھ کر پڑھ رہا ہے اور غلطی اپنی نوکری بھا لا رہا ہے کہ جلدی کر کے بھاگوں۔

اللہ یار خاں : مولوی اظہر صاحب آپ نے یہ استدلال بالکل نکالنا اللہ بے فائدہ کیا ہے۔ آپ کا یہ دعوئے قریہ تھا کہ میں اہل سنت کی معتبر کتب سے ارسال الیہدین ثابت کروں گا۔ مگر آپ ایسی باتوں پر اتر آتے ہیں جن کا جواب دینے کی میرے نزدیک ضرورت نہیں۔ اب اگر کوئی سٹھی کہے کہ شیعہ کی مسجد میں جا کر ہم کیسے دیکھیں ان کی مسجد میں تو ہوتی ہی نہیں ہم ان کو کہاں جا کر دیکھیں۔ ہاں اب اگر شیعہ موردن کو دیکھیں تو وہ ہاتھ باندھ کر کھڑی ہوتی ہیں۔ اور شیعہ مردوں کو دیکھیں تو ہاتھ چھوڑ کر یہ عجیب بات ہے۔

باقی آپ نے کہا ہے کہ سٹھی فکر کی ادا کر رہے ہوتے ہیں تو جناب والا آپ کو شاید علم نہیں پڑتا ہاتھ چھوڑ کر کی جاتی ہے باندھ کر نہیں کیا کرتے۔ (انفارم دق۔ یکم مارچ ۱۹۵۵ء)



علیؑ اظہر شیعہ ص ۲۵ اجماع پر غیری دلیل ہے۔ اہل سنت کی جس سے کسی شرعی مسئلہ کی صحت ثابت کی جاتی ہے۔ اسکی اجماع بھی مثل اہل حدیث بھی داخل ہے۔ جس سے امام مالکؒ نے اپنا مذہب قرار دیا کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا چاہیے۔

چنانچہ علامہ محمد حسین لاہوری جو تلامذہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے ہیں اور علمائے اہل حدیث کے مشہور افراد میں سے ہیں۔ اپنی کتاب "دراسات اللیب" میں لکھتے ہیں۔ دیکھو دراسات مذکورہ ص ۳۴ مطبوعہ ہند۔

وَمَا يَنْبَغِي أَنْ عَمَلُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ	توجہ ۱: دوسرے یہ کہ
الْمُقَدَّسَةِ، عَلَى مَا كُنْهِيَ أَفْضَلُ	اہل مدینہ کا عمل ہمارے نزدیک
الْمُتَطَوِّقَاتِ وَالْتَّيْلِمَاتِ مِنْ أَصْوَى	دیہ اسلام کے دلائل میں سے بہت
بِحُجِّ الدِّينِ عِنْدَ نَافِذِي الْأَمْرِ فِيهَا	قوی دلیل ہے۔ ساکن مدینہ پر بہترین
طَرِيقَةُ النُّقْلِ مِنْ خَالِكَ عَلَى مَا	صلوٰۃ و سلام ہو اور اس مسئلہ
يَسِيءُ الْأَمَامُ الْأَكْبَرُ عَالِمُ	میں ہماری رائے مطابق ہے۔
الْمَدِينَةِ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ الْأَصْبَحِيُّ	حضرت امام مالکؒ کے جو فرمایا
مَنْ أَنْ اجْتَنَحَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ	کرتے تھے کہ مدینہ مطہرہ کے
الْمَطَهْرَةِ حُجَّةً -	باشندگان کا اجماع حجت سے یہاں

حَتَّى أَتَى عَوَّلَ عَلَى مَذْهَبِهِ	تک کہ امام مالکؒ کے مذہب کے
فِي أَرْسَالِ الْمَدِينِ حَالَةَ الْقِيَامِ	علمائے ہاتھ کھولنے پر اجماع اہل
فِي الصَّلَاةِ عَلَى عَمَلِ أَهْلِ	مدینہ سے استدلال کیا اور اسکی
الْمَدِينَةِ مَعَ الْوُجُودِ الْمَرْفُوعِ	پر اعتماد کیا ہے۔ یا بعد اس کے کہ
الصَّحِيحُ فِي قَبْلِ الْيَمْنِيِّ عَلَى الْيَسْرِيِّ	صحیح اور مرفوع حدیث نماز میں ہاتھ
الْخ	باندھنے پر موجود تھی۔

اللہ یار خاں: ”دراسات الحبیب“ کی عبارت کو مرقی اظہر صاحب صفحہ ۲۷ سے ۳۰ تک لے گئے ہیں۔ مگر کام کی بات صرف یہ ہے کہ اہل مدینہ کا عمل حجت ہے کسی دینی مسئلہ کے ثابت کرنے کے لئے یہی تعامل مدینہ ایک زبردست دلیل ہے۔ چونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مہاجرین اور انصار اور تابعین حضرات تمام کے تمام ساکنان مدینہ مطہرہ تھے۔ اس لئے اُن کا عمل ہی دین اسلام ہے۔ اس سے آگے مرقی علی اظہر صاحب نے جو بات بھی نقل کی ہے سب سے سود ہے۔

براہِ رانِ طہ: ! سوچنے کی جگہ ہے کہ علی اظہر اور علامہ مبین شیعہ کو جب کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کی ضرورت درپیش آتی ہے تو اہل مدینہ کے عمل ہی کو خدا اور رسولؐ کا دین قرار دے رہے ہیں اور ان ہی کے قول و فعل کو ایک زبردست اور قوی دلیل بنا رہے ہیں۔ اسی موقع پر ہمیں علی اظہر اور علامہ مبین شیعہ سے پوچھنے کا حق حاصل ہے کہ جناب! کیا اہل مدینہ اور تمام مہاجرین و انصار نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت پر اجماع ذکر لیا تھا؟ حقیقت یہ ہے کہ وہ ہی اجماع اگر شیعہ کے لئے مفید ہوتا ہے تو حجت بن جنانا ہے اور وہی اجماع اہل مدینہ اگر شیعہ کے نظریات کے خلاف پڑتا ہو تو وہ دھجٹ ہے اور نہ اولیٰ ترین دلیل کا نام اسے دیا جاسکتا ہے۔

وہ سری عرض یہ ہے کہ علی اظہر صاحب کیا علامہ مبین صاحب سے تو یہ بھی ثابت نہ ہو سکا کہ تمام اہل مدینہ کھلے ہاتھوں نماز پڑھتے تھے۔ اسی ”دراسات الحبیب“ کو اول سے لے کر آخر تک پڑھ جائیے کہیں یہ بات ثابت نہیں کر سکے کہ تمام اہل مدینہ کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے پر متفق ہو گئے تھے۔ مگر صاحب مذکور یہی کہتے جاتیں گے کہ اہل مدینہ حجت ہے لیکن انہیں اس کتاب میں کہیں بھی کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے پر اجماع پیش نہیں کرتے۔

تیسری عرض یہ ہے کہ علامہ مبین اہل حدیث ہیں سے نہیں ہیں بلکہ یہ بزرگ تو خاص شیعہ ہیں سے ہیں۔ علی اظہر وغیرہ شیعہ مصنفین اور مبلغین نے جو علامہ مبین کو اہل حدیث کہا

اوردیاں کیا ہے سراسر دھوکہ اور فریب ہے۔ قارئین مذکور موصوف سندھی میں لاہوری نہیں ہیں، ان کی کتاب ”دراسات“ لاہور میں چھپی ہے۔ اس سے ان کا لاہوری ہونا نہایت ہی قبح ایجاز بات ہے۔ غیر بہر حال قارئین سندھی نواب سیف اللہ خان دانی محکمہ کے زمانہ میں ۱۳۷۷ ہجری میں ہوئے ہیں۔ آپ نے نواب مذکور کو خوش کرنے کے لئے ایک رسالہ لکھا تھا جس کا نام تھا: ”المجدة الجلیلة فی الرد من قطع بالانفلیتہ“ اس رسالہ میں قارئین سندھی مذکور نے ان لوگوں کا رد فرمایا ہے۔ جو حضرت ابو بکر رحمہ اللہ حضرت عمرؓ کو تمام صحابہ کرام میں سے افضل جانتے ہیں۔

دوئم رسالہ مذکورہ کے صفحہ ۲۸ اور صفحہ ۲۹ پر لکھا ہے کہ قارئین مذکور نے علاقہ محکمہ میں جمعہ اور عیدین کے خطبات میں خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی کا ذکر کرنا بند کرا دیا تھا عبارت اس طرح ہے:

و منع ان یذکروا اسماء  
الصحابۃ العکرام فی خطبۃ  
الجمعة والعیدین۔  
یہی جمعہ و عیدین کے خطبات  
میں صحابہ کرام رحمہم اجمعین کا نام لینا بند  
کر دیا تھا۔

سوم، قارئین موصوف نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۲۹ پر امام ابن تیمیہ کو ”شقی الدین“ کہہ بجائے شقی الدین لکھا ہے۔ اور امام مذکور کی کتاب ”مناہج السنۃ“ کو جملائے کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ علامہ ابن تیمیہ نے ”مناہج السنۃ“ میں مذہب شیعہ کی خوب تردید فرمائی ہے۔

چہارم: یہ کہ علامہ عبد اللطیف نے اپنی کتاب ”ذوب الالباب“ کے صفحہ ۴۸ اور صفحہ ۴۹ پر قارئین سندھی کے بارے میں لکھا ہے:

وهو آذی کان فی اول الامر  
نقشبندیہ معتزلاً عن جمیع  
تبع جمہور قارئین اول اول  
نقشبندی سخت۔ بدعات سے دور

هذا الامور لكن لما مات شيخه  
 و مرشد لا قدم الله متروك  
 الطريقة المتعبدية  
 احدث هذا الامور و  
 نشأ بها الى ان جاء الاملاک  
 الامامون وتوفي جماعة في عین  
 سماح الغناء سنة احدى وستين  
 و صا الف۔

رہتے تھے۔ لیکن جب آپ کے شیخ و  
 مرشد فوت ہو گئے تو اس قسم کی بدعت  
 ظاہر کہیں اور ان پر کامزن رہے۔  
 یہاں تک کہ نرت کا فرشتہ آگیا۔ اور  
 آپ عین راگ سننے کی حالت میں جان  
 پہنچتے ہو گئے۔  
 یہ واقعہ مسند عجم میں پیش آیا۔

وصا الف۔

اب معلوم ہو گیا کہ جناب علامین صاحب سندھی کچھ زمانہ بہت اچھے طریقہ  
 پر تھے۔ اس کے بعد ان کی حالت تبدیل ہو گئی تھی۔ پس جو لوگ آپ کی تعریف کرتے  
 ہیں وہ اوائل عمر کے زمانہ سے کہتے ہیں۔ اور جو لوگ آپ کی مذمت کرتے ہیں وہ اواخر عمر کو  
 قائل رکھتے ہیں۔ پتہ ہے کہ دائرہ دار آدمی کے خاتمے پر ہر اس کتاب ہے۔  
 پنجم: شیخ مصنفین نے جو آپ کو شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کے شاگرد ہیں  
 شمار کیا ہے یہ بھی غلط ہے۔ حضرت شاہ صاحب مرحوم سے علامین کی ملاقات بھی  
 ثابت نہیں چہ جائیکہ تلکذ سے متعلق گفتگو کی جائے۔ صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ ملکا  
 مذکور نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی سے بذریعہ کتابت چند چیزوں کی  
 اجازت طلب کی تھی جو کہ آپ نے عطا کر دی تھی۔ پس اس سے خود ملکا مذکور نے اور اس  
 کے احباب نے شاگردی کا چرچا کر دیا۔ اگر لوگوں میں کچھ استغناء ثابت بھی ہو جائے تو  
 اس میں کوئی سی فضیلت ہے؟ جبکہ آخر عمر میں علامین مذکور کی حالت تبدیل ہو گئی۔  
 نعوذ باللہ من سوء الخاتمة۔

ششم : حضرت مولانا محمد شاہ صاحب تلمیذ رشید حضرت مولانا محبوب شاہ صاحب  
 نے اپنے رسالہ ”درالمنقہ“ میں علامہ حسین سندھی کے بارے میں تحریر فرمایا ہے،  
 نکتہ فی دراست اللیب میں نے کتاب دراست کو جلدی  
 نظرتہ حاجلہ فعلیت اق ایک نظر سے دیکھا تو میں کھ گیا کہ  
 جامعہ رافضی فی اس کتاب کا مصنف رافضی ہے جو کہ  
 زری سنی۔ اہل سنت کے لباس میں اپنے آپ کو ظاہر کر رہے  
 ہنرم : علامے مذکور نے ایک اور کتاب لکھی ہے جس کا نام قدوت العین فی الجہاد  
 علی الامام الحسینؑ ہے۔

اس کتاب میں علامہ حسین نے تمام مکالم جائز قرار دیئے ہیں جو شیعہ حضرات ماہِ محرم  
 میں بجالاتے ہیں۔ سیاہ پریشی اور داویل اور مرثیہ خوانی اور پیٹیا اور رانوں کو سینوں کو کوٹنا وغیرہ  
 ہشتم : آج کل برسوز دراست کراچی سے شائع ہوا ہے اس کے مقدمہ ص ۵۷ پر  
 درج ہے کہ علامہ حسین سندھی رجعت کائنات تھا۔ واضح ہو کہ یہ رجعت کا عقیدہ شیعہ کے  
 مفروض عقائد میں سے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت امام مہدی کے ظہور کے  
 فرائض میں صحابہ کرام اور ائمہ اہل بیت عظیم کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور امام مہدی  
 ظالموں سے بدلہ لیں گے۔ اور ان کو سخت سزا دیں گے۔

نہم : علامہ حسین موصوف کے نزدیک تعمیر بنانا اور قائم کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ  
 کتاب دراست اللیب ص ۳۲ پر لکھتے ہیں :

و حرم الصبر علی شہادۃ	قوجہ ۱۔ علامہ حسین نے شہادت
الحسین ابن علی رضی اللہ	حسینؑ پر صبر کرنے کو حرام قرار دیا ہے اور
عنہا واجب تعزیرۃ کلّ حاشورۃ	قوم کے عاشورہ پر پیشہ قسریہ بنانا بیع
مع الصوم والبدعات۔	بدعات واجب فرمایا۔

دہم : ملامتیں و صاحب موصوف سود خواری کو جائز قرار دیتے تھے۔ جبکہ مقدمہ  
مذکورہ میں صراحۃً پر مرقوم ہے :-

واخذ القروض ظل عملا بطريق الربوا۔

آپ ساری عمر سودی قرضہ لیتے رہے۔

نوٹ : اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ آپ شریعت پر کس قدر سختی سے پابند تھے۔  
حقیقت یہ ہے کہ اسی بے عملی نے آپ کو شیعوں کی گود میں جا ڈالا تھا۔  
یازدہم : مقدمہ مذکورہ صریحاً پر مرقوم ہے :

قال يحوش الترابيت بصورتا	ترجمہ :- ملامتیں نے
قبري الحسين رضي الله تعالى	نے کہا کہ حسین رضی اللہ عنہما کی قبروں
عنهما والسجود اليهما والنوحه	کی صورتیں بنانا اور انہیں سجدہ کرنا
وضرب الخدود و شق الجيوب	اور زخم کرنا اور چہروں کو پٹنا اور
والتمتع بالموبيل والشبوس	گرہ باندھنا اور چھپانا اور رواج کرنا اور
و ذكروا المطاعن في	مرتب کرنا اور جائز ہے مطاعن
الاصحابه .	صحابہ کا ذکر کرنا۔

نوٹ : اس حوالہ کو پڑھ لینے سے تو ناظرین کرام کو ملامتیں کے مذہب کا خوب  
پتہ چل گیا۔

دوازدهم :- مقدمہ مذکورہ ص ۳۵ اور ۳۸ پر ملامتیں کا ایک اور  
عقیدہ درج ہے اور عبارت اس کی یوں ہے :

قال ان الحق في امر خذلي	ترجمہ :- ملامتیں نے کہا
و غير ما كان مع خاطبة و ان	کہ فرقہ دینارہ کے مسئلہ میں
ابا بكر و غير ما لمن مثالي	حق تو حضرت ناظر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

بغلاف ماقالت فاطمة رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھا اور حضرت ابو بکرؓ جنہوں نے  
تعلیٰ عنہا کا فخر غلط نہیں۔ آپ کے خلاف کہا وہ سب غلطی پر تھے۔

نوٹ: مندرج بالا عبارت سے واضح ہو گیا کہ مولا معین صاحب سندھی حضرت  
ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غلطی پر جانتے ہیں اور اپنے زعم فائدہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہا کو حضرت ابو بکرؓ کے خلاف خیال کرتے ہیں۔ یہی تضحیح ہے۔ اور اسی کو  
رضیٰ عنہا جاتا ہے۔

سینہ دم :- جناب مولا معین صاحب محرم کے پہلے عشرہ میں اپنے دولت خانہ  
میں عورتوں کو جمع کرتے تھے۔ اور انہیں سیاہ لباس پہناتے تھے اور چہروں کے سیاہ  
کرنے کا حکم دیتے تھے۔ اور ساتھ ہی چہروں کو زخمی کیا کرتی تھیں۔ عبارت اصلی  
یہ ہے۔ مقدار ۲۷ و ص ۲۸ دیکھئے :

واجتماع النساء کثیرۃ بامراء	مذجنہ : عاتیں کے حکم سے
ومن ضاء فی بیتہ فی العشرۃ	اور رضا مندی سے ان کے گھر میں پہلے عشرہ
الاولیٰ من شہر اللہ المحرم کل سنۃ	میں محرم کے بہت سی عورتوں کا جمع کرنا ہر
وشاخصن ویسمن السواد و	سال اور عورتوں کا زخمی کرنا اور سیاہ کپڑے پہنا
تسبب من الوجوۃ وحشبن	اور چہروں کو سیاہ کرنا اور زخاں لگا
الحند ود و شقبن الحبوب	فرچنا اور گریبوں کو چاک کرنا
والدعا بالویل	اور مایلا کرنا۔

نوٹ: اب ناظرین کرام سرچیں اور مولا معین کے محافل میں غور کریں آیا باوجود  
اس کے کہ مولا صاحب کے اپنے گھر میں ماتم ہوتا ہے اور عورتوں کو ماتم کے لئے جمع کیا  
جاتا ہے اور سیاہ پوشی کا اکید کی جاتی ہے۔ آپ کو سنی اہل حدیث جاننے والے کس  
قدر غلطی پر ہیں اور لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنے کی سعی لاساصل کرتے ہیں۔

چہارم، حضرت مولانا محمد ہاشم صاحب جھٹھوی نے اپنی کتاب السنۃ النبویہ فی القطع بالافضلۃ میں ص ۱۵۹ پر فرماتے ہیں۔

والمعلوم من حالہ اقلہ کان	ترجمہ :- اور کمابیش کے
مشتغلا فی جمیع عمرہ باہل	حالات ہے وافعی ہے کہ وہ تمام زندگی
الحق واظهار الباطل وستر	میں تاکہ حق اور مظہر باطل رہا اور
ان اخ حیاتہ علی احیاء	وہ آخر تک بیعت کے زندہ کرنے
البدعة وتعلیل المحرمات	میں اور حرام کو حلال کرنے میں کامیاب
کالبدعة الفاشیة فی	رہا۔ مثلاً اس بدعت کے جو ایام عاشورہ
ایام عاشورہ، کفرکشی و الطیور	میں عام ہوتی ہے۔ اور شکر و حصول
والنقارات، الدفون وکان	تقدیر اور دفن بجائے کے اور
یحفرها بنفسہ ویامعہا	ان کا درویشوں میں وہ خود شامل
بعضیہا فی المساجد الشریفة	ہوا کرتا ہے۔ اور لوگوں کو حکم دینا
التي هی ہون اذن اللہ ان	تھا کہ یہ کام مسجدوں میں کیا کریں۔
یذکر فیہا اسمہ الی	وہ مسجدیں جن میں خدا آتھائے نے
غیر ذلک من	اپنے نام کے ذکر کرنے کا حکم دیا ہے
الا باطیل التي لا	ان کے علاوہ اور بھی بہت سی
تعد ولا تحیی	باطل چیزیں عمل میں لاتا تھا جو
	گفتی اور شمار سے باہر ہیں۔

نوٹ :- عجیب زمانہ آیا ہے کہ رافضیوں کو اہل حدیث کا لباس پہنا کر اہل سنت کے ماتھے پہن کیا جا رہا ہے۔

پانزدہم :- جناب علامین موصوف نے ایک رسالہ لکھا ہے جس



”مواہب سید البشر“ اس رسالہ میں واضح کیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفے وہ ہی بارہ امام ہیں جنہیں شیعہ لوگ معصوم قرار دیتے ہیں۔ آپ نے اس مسئلہ میں شیعہ کے ساتھ پورا اتفاق ظاہر کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کی عصمت بالکل ایسی ہے جیسی کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت ہے۔

شاذ دہم ۱۔ مکتبہ مدین صاحب اپنے رسالہ الحجۃ المجلیدۃ فی ردۃ من قطع بالافضلۃ میں لکھتے ہیں :

قال ان المراجع والا نصاب والحق بالافضلۃ علی علی  
ترجمہ ۱۔ مکتبہ مدین صاحب نے فرمایا کہ دینی بات اور انصاف اور حق بات یہ ہے کہ حضرت علیؑ خلفائے ثلاثہ سے افضل تھے۔

نوٹ : ساری دنیا جانتی ہے کہ اہل سنت والجماعت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے افضل یقین کرتے ہیں اور ملا صاحب موصوف اس کے برعکس ارشاد فرما رہے ہیں۔ اس پر بھی اہل سنت ہیں تو پھر شیعہ کس کا نام ہے :-

پہلے ہم : مقدمہ دراسات از مولانا عبدالرشید سندھی صفحہ ۲ ملاحظہ ہو فرمایا :

وان ذکرنا للہ تعالیٰ بالمسبحۃ الماخوذۃ من تراب کرمیلاء والحمد للہ تعالیٰ علیہ حمودۃ وانہ لولا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیاً فی  
ترجمہ : مکتبہ صاحب موصوف نے فرمایا کہ کربلا کی مٹی کی تسبیح پر خدا کا ذکر کرنا اور اس پر خدا کو سجدہ بہت اچھا ہے اور اگر خدا کے رسولؐ واقعہ کربلا کے وقت زندہ ہوتے تو اس سوگوانی کو

تفہیم کرمیہ لاء لائن ہذا لکھو  
 کثیراً و هذا مما یفضل عنہ  
 فقہاء اہل السنۃ۔  
 بھاری سنت بناتے۔ اور  
 اس مسئلہ سے اہل سنت کے  
 عالم غافل ہیں۔

ہشتم: مقدمہ مذکورہ کے ص ۴۲ پر مرقوم ہے:

وان التقیۃ محمودۃ لا ق  
 فی التقیۃ من دینی و دین  
 آتئی۔  
 ترجمہ: اور تقیہ محمودہ ہے۔  
 یہ وہی چیز ہے جس کے حق میں  
 امام جعفر صادق نے فرمایا کہ تقیہ  
 میرا دوسرا دین ہے۔

نوٹ: شیوخ حضرات نے تقیہ کے مسئلہ کو جس طرح استعمال کیا ہے وہ ان  
 کی تصنیفات سے ظاہر ہے۔ اہل سنت علمائے کرام نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ  
 وجہہ کا جو عمل بھی اپنے نظریات کی تائید میں پیش کیا ہے ہمارے شیعی علماء نے  
 اسے تقیہ کے سلسلہ میں داخل کر دیا ہے۔ شیوخ حنفیہ کے یہاں لاکھ سوال کا  
 ایک ہی جواب تقیہ ہے۔ ائمہ مامعین صاحب اس مسئلہ میں ٹھیک شیعی نقطہ نظر  
 کی ترجمانی فرما رہے ہیں۔ کیا اب بھی آپ کے شیوخ ہرنے میں کلام ہے؟  
 نو دہم: جناب مامعین صاحب سندھی نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔  
 جس میں حدیث لا یوسٹ ما تو کناہ صدقہ کی تشریح کی ہے۔  
 اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطا کا ٹھہرایا ہے۔

نوٹ: یہ انہیں عدد وہ دلائل ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مامعین صاحب  
 سندھی اوائل میں سنی تھے اور پھر شیوخ ہو گئے تھے۔ اب ہمارے اس بیان کے بعد  
 بھی جو شخص ماموصوفی کو اہل سنت کے سامنے اہل حدیث سنی بنا کر پیش کرے۔  
 اس کی کبروی بھی قابل داد ہے۔ اگر یہ کلام سندھی کتب ہے تو پھر شیوخ جہان میں

جے ہی نہیں۔

برا فکریں پر وہ تا معلوم گردد  
کہ یادان دیگرے رائے پر مستند

## مؤلف ارسال لیدین مولوی علی اظہر شہرکی غلط فہمی یا مغالطہ دہی

مولوی علی ظہر صاحب نے حضرت امام مالکؒ کی ایک روایت کو دیکھ کر فتویٰ جٹ دیا کہ تمام اہل مدینہ کا عمل اسی طرح پر تھا۔ مگر انہی صد افسوس کہ آپ حقیقت سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ حضرت امام مالکؒ نے عمل اہل مدینہ کو ایک حجت قرار دیا ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ امام مالکؒ سے جو روایت دستیاب ہو۔ وہی اجتماع اہل مدینہ پر موقوف ہوگی، نہیں ہرگز نہیں بلکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ حضرت امام مالکؒ نے اپنی مشہور کتاب موطا امام مالکؒ میں جس چیز کو عمل اہل مدینہ اور اجتماع اہل مدینہ کے عنوان سے بیان فرمایا ہے۔ وہ ان کے مذہب کی عاریت ہے۔ اور اس کو آپ حجت قرار دیتے ہیں۔ دیکھو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی کتاب تفسیلات الیہ صرحاً ہا پر تحریر فرماتے ہیں،

وینتویہ ما حکالہ مالک	توجہ : اور اسی طرح وہ
فی الموطا انتہ مذہب کبار	بات بھی خوب مضبوط ہے جس کو
الصحابۃ والتابعین و	امام مالکؒ نے اپنے موطا میں اس
الذی جری علیہ عمل اہل	عنوان سے تحریر کیا ہے کہ یہ بڑے
المدينة من لدن ثم	بڑے صحابہ اور تابعین کا مذہب
القبولۃ الخ زمانہ ثم	ہے اور یہ وہ چیز ہے جس پر اہل مدینہ

لم يتحققه الشافعي واحد  
 والبخاري وامثالهم  
 من المجامعين بين  
 الحديث والفتنه  
 فيما تروى لا يبل  
 امر تصولا وقالوا  
 به -  
 کامل جاری رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ  
 وسلم کے نماز سے لے کر آپ کے نماز  
 تک پھر ان علماء نے اس چیز پر  
 اعتراض بھی کیا ہو جو علم حدیث  
 اور علم فقہ کے ماہر تھے بلکہ انہوں  
 نے اس بات کو پسند کیا ہو اور اسی  
 کے قائل ہو گئے ہوں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلی اسی تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ امام مالک رحمہ  
 نے اپنی کتاب موطا میں جس چیز کے بارے میں لکھا ہے کہ اس چیز پر اہل  
 مدینہ کا عمل رہا ہے وہ ان کا مذہب ہے اور اسی کو آپ بحجت قرار دیتے ہیں۔ اب  
 شیعہ صاحبان کا فرض ہے کہ موطا امام مالک سے کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کے بارے  
 میں آپ کا فتویٰ دکھائی دیں کہ اس پر عمل اہل مدینہ جاری رہا ہے۔ اگر پاکستان کے تمام  
 شیعہ مبلغ اور ڈاکٹر جن جن کو بھی سنی مبلغ کریں تو موطا امام مالک موصوف سے یہ  
 بات ہرگز نہیں دکھا سکتے کہ کھلے ہاتھوں نماز پڑھنا امام مالک کا مذہب کیسے بن  
 سکتا ہے؟ بلکہ مذہب مالک تو وہ ہے جو موطا نے امام مالک موصوف کے مشر  
 پر موجود ہے۔ فرماتے ہیں۔ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھنا نماز میں  
 سفوف ہے۔ اور اس باب میں دو عدد حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

ایک حدیث میں تمام انبیاء علیہم السلام کا طریق نماز بیان فرمایا ہے اور دوسری  
 حدیث میں جناب رسول خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق نماز بیان  
 فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کرتے تھے کہ دایاں ہاتھ  
 بائیں ہاتھ کے اوپر رکھ کر نماز پڑھا کریں۔ ہاں اگر موطا شریف میں ایک حدیث

والفقی والشوری رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہم  
 وحکماء ابن المنذر  
 عن صالح رحمہ اللہ  
 تعالیٰ وفي التوضیح  
 وهو قول سعید بن  
 جبیر وابی عجلان وابی  
 ثور وابی عبید وابی  
 جریر وداؤد وهو  
 قول ابی بکر الصدیق  
 وعائشہ وجہود  
 العلماء

تمام اہل علم نے اور یہی ہے قول حضرت  
 علیؓ کا اور حضرت ابو ہریرہؓ کا  
 اور امام نخعیؒ کا اور امام ثوریؒ کا  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اسی کو  
 حکایت کیا ہے ابی منذر نے حضرت  
 امام مالکؒ سے رختہ اللہ تعالیٰ ابہ  
 توضیح میں ہے کہ یہی ہے کہ قول  
 سعید بن جبیر کا اور ابو عجلان کا اور ابو ثور  
 کا اور ابو عبیدہ کا اور ابن جریر کا اور  
 امام داؤد کا اور یہی قول ہے حضرت  
 ابو بکر صدیقؓ کا اور ام المؤمنینؓ کا  
 اور تمام علماء کا رضی اللہ عنہم۔

نوٹ : اجماع اہل مدینہ اسی کو کہتے ہیں۔ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ  
 عنہ نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر نماز پڑھی ہے تو یقیناً حضرت علیؓ اور حضرت  
 عمرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسی طرح نماز پڑھی ہے اور جب ان  
 چاروں خلفائے راشدین نے دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ کر نماز پڑھی ہے تو تمام اہل مدینہ  
 نے اس طرح نماز پڑھی ہے۔ خدا جانے علیؓ انہر اور ملا میمنی نے کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے  
 پر اہل مدینہ کا اجماع کہاں سے اخذ کیا ہے۔

شیخہ نظریات میں حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔  
 اور آپ کی اقتداء میں نمازی پڑھی ہیں اور اپنی حکومت کے زمانے میں نماز تراویح بتقدیر  
 جاری رکھی ہے۔ اور پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت

کھٹے ہاتھوں نماز پڑھنے کی آجاتی ہے تو شیعوں کو گنجائش ہو سکتی تھی۔ لیکن جب ایسا نہیں ہے تو ایک غیر مستبر روایت کی بنا پر کھٹے ہاتھوں نماز پڑھنا امام مالک کا مذہب کیسے بنایا جاسکتا ہے۔ اور اجماع اہل مدینہ کا اس پر کیسے اطلاق ہو سکتا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ نے ترمذی اپنی مشہور و معروف کتاب جامع ترمذی میں ارشاد فرماتے ہیں:

والعمل على هذا عند

پروردگار نماز پڑھنے پر عمل ہے۔ ان

اصل العلوم من الصحابة

لوگوں کا جو صحابہؓ اور تابعین ہیں سے

والمتابعين ومن

صاحب علم مگز سے ہیں۔ اور بڑی اہل علم

بعد هم۔

کا جو بعد میں ہوتے ہیں۔

نوٹ: حضرت امام ابوحنیفہؒ ترمذی کا یہ فتویٰ کافی شافی ہے۔ اگر شعبہ متکلمین میں ذرہ بھر انصاف ہے تو آئندہ کھٹے ہاتھوں نماز پڑھنے کی نسبت امام مالک کی طرف نہ کریں گے۔ اور نہ ہی عمل اہل مدینہ کا اس سلسلہ میں ذکر کریں گے۔

## اجماع اہل مدینہ

دیکھو عمدۃ القاری شرح بخاری جلد پنجم ص ۲۷

الاحصل الموضع فعندنا يبيع

اصل معاملہ تو نماز میں دایاں

وبه قال الشافعي واحمد

ہاتھ بائیں پر رکھنے کا ہے۔ پس

واسحاق وعامة اهل

ہمارے نزدیک دایں کو بائیں پر

العلم وهو قول علي

رکھے اور یہی کہا امام شافعیؒ نے

واجب هي يروا و

امام احمدؒ نے اور امام اسحاقؒ نے اور

ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے کھلے ہاتھوں نماز پڑھتے ہوئے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا حفرات خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے پیچھے دست بستہ نماز پڑھنا تو اظہر من الشمس ہے۔ علامہ شیعہ پر حیرانی ہوتی ہے کہ جب ماننے پر اور اپنی فاسد غرض کی وجہ سے تسلیم کرنے پر آتے ہیں تو ابن النعمان کی ایک روایت کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ جس کی صحیح سند بھی دنیا میں موجود نہیں ہے۔ اور جب انکار کرنے کا دورہ پڑتا ہے تو تحریف قرآن کی زائد از دو ہزار احادیث آئمہ کوشیر مادر سمجھ کر پی جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ متواتر احادیث تحریف قرآن پر مراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں۔ امام مالک سے ہے کہ ایک ہی روایت ہے جو ابن القاسم کا راہ سے بیان کی جاتی ہے۔ چاہے یہی ایک روایت دس کتابوں سے پیش کیا جائے۔ ایک ہی ہوگی۔ روایت میں تو کثرت نہیں آجائے گی۔ ہمارے شیعہ بھی بیب ہیں۔ کہ ایک روایت کو بہت سی کتابوں میں پیش کر کے بکھنے دیں کہ روایات متعدد ہوئیں۔

۱۵ جون ۱۹۵۶ء

علیٰ اطہر شیعہ اپنی کتاب ارسال الیدین کے ص ۴۴ پر لکھتے ہیں۔ دوسرا جملہ ورا بطل  
ولائل مخالفین اس عنوان کے ماسحت اہل سنت کے دلائل تحریر کئے ہیں اور ساتھ ساتھ  
تزوید بھی کر دی ہے فرماتے ہیں اہل سنت کی سب سے عمدہ دلیل اس بارے صحیح بخاری کی  
روایت ہے جو درج ذیل ہے۔

باب وضع الیمنی علی الیسری فی  
الصلوۃ حدیثا عبد اللہ بن  
سلمۃ عن مالک عن ابی حاتم  
عن سہل بن سعد قال قال النّاس  
یؤمرون ان یضع الید الیمنی علی  
قراۃ الیسری فی الصلوۃ وقال ابو  
حاتم لا اعلیہ الا یمنی۔  
فانک الی النبی صلی اللہ علیہ  
وسلم۔ قال اسماعیل  
یمنی قالہ ولم یقل  
یمنی۔

اس باب میں نمازیں دایاں ہاتھ بائیں پر  
رکھنے کا ثبوت ہے حدیث بیان کی ہم سے  
عبد اللہ بن سلمہ نے وہ روایت کرتے ہیں امام  
مالک سے وہ ابو حاتم سے وہ سہل بن سعد  
سے کہا سب مسلمانوں کو حکم دیا جاتا تھا  
کہ نماز میں داہنا ہاتھ بائیں پر رکھا کریں اور  
ابو حاتم کہتا ہے۔ میں تو یہی جانتا ہوں کہ  
سہل بن سعد اس حدیث کو آنحضرت کی طرف  
نسبت کرتے تھے اسماعیل کہتا ہے کہ اس  
حدیث میں صیغہ مبہول ہے معروف نہیں  
ہے۔

اس روایت پر چند اعتراضات وارد ہوتے ہیں اول یہ کہ اس حدیث کی سند میں غنم ہے  
اور اہل سنت کے نزدیک حدیث معصن صحیح نہیں ہوتی کیونکہ صحیح میں اتصال ضروری  
ہے۔ اور حدیث عن عن والی میں کوئی اتصال ضروری نہیں ہوتا لہذا یہ حدیث حکم صحت  
پہ خارج ہے اور بغیر صحت کے استدلال جائز نہیں ہے۔ دوم یہ حدیث مجمل ہے  
اس لئے کہ اس حدیث سے معلوم نہیں ہوتا کہ یہ حکم قیام کا ہے یا قعود کا ہے اس



لئے حافظ ابن حجر کو اس حدیث میں فی حال النیام کا لفظ بڑبڑانا چار سو اس حدیث میں اہم ہے کوئی چیز نہیں چلتا کہ حکم دینے والا کون ہے کس کا حکم ہے؟ اسی نے حافظ ابن حجر کو مکنا پڑا کہ **هَكَذَا أَخْبَرَهُ الرَّوَّاعُ بِأَنَّهُ غَضَمُوا عَلَى أَنَّ الْأَمِينَ نَهَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**۔

یعنی یہ حدیث حکم میں مرفوع حدیث کے ہے کیونکہ صحابہ کرام کو حکم دینے والا سوائے نبی کے کون ہو سکتا ہے۔

اللہ یار خان سنی، جواب اعتراض یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک حدیث معنی صحیح ہوتی ہے۔ عن وعن دانی حدیث کے بارے علی اظہر صاحب کا ارشاد کہ یہ حدیث اہل سنت کے نزدیک صحیح نہیں ہوتی سفید جھوٹ ہے اگر اس بہت کے لئے کوئی وجہ جواز ہوتی تو علی اظہر صاحب ضرور اس کا ثبوت بہم پہنچائے دہی نوکر دیا اگر ثبوت سے پہلو تہی کر گئے اسناد معنی کے بارے اہل سنت کی وہ ہی تحقیق ہے جس کو علامہ شبیر احمد عثمانی فتح اللہم کے مقدمہ میں تحریر فرما گئے ہیں۔

الاصناد المضعف وهو قول	ترجمہ اسناد معنی وہ ہے جس میں
الروای عن فلان عن فلان	روای لفظ عن کو استعمال کرے کہا گیا ہے
انہ مرسل والاصحیح الذی	کہ حدیث مرسل ہوتی ہے لیکن صحیح
علیہ العمل وقالہ المجاہدین	بات وہ ہی ہے جس پر امت کا عمل ہے
من اصحاب الحديث والفقه	اور جس کا قول کیا ہے بڑی بھاری جہانلو
والاصول انہ متصل بشرط	نے محدثین اور فقہاء اور اصولیوں
ان یکون المضعف بالکس مدلسا	میں سے کہ یہ حدیث متصل ہوتی ہے
وبشرط امکان لقاء بعضهم	بشرطیکہ یہ کارروائی کرنے والا مدلس
بعضنا وادعی مسلم	نہ ہو بشرطیکہ لفظ عن کے نیچے آنے والے

اجماع العلماء قدیم و  
 حدیث علیٰ انا الحدیث  
 المعصومین علیہ السلام  
 والصلح اذا امکن  
 لقاء من اجنبی  
 العننة بعضهم  
 بعضا مع برائتهم من  
 التذلیس۔

ایک دوسرے سے ملاقات کر سکتے ہیں  
 اور امام مسلم نے تو دعویٰ کیا ہے کہ تمام  
 معتدین اور متاخرین علماء کا اتفاق  
 ہے اس بات پر کہ عن وعن والی حدیث  
 میں اتصال اور صلح ضرور ہوتا ہے جبکہ  
 وہ ایک دوسرے سے ملاقات کر سکتے  
 ہوں اور تدلیس کے عیب سے بھی پاک  
 ہوں۔

نوٹ: اب واضح ہو گیا کہ علیٰ اظہر صاحب شیعہ اس حدیث پر عن وعن کی وجہ  
 سے جو اعتراض ہے وہ کوئی چیز نہیں اور اس قسم کی حدیث کو غیر صحیح کہنا اور پھر  
 اہل سنت کی طرف اس بات کی نسبت کرنا سراسر مجھوٹ ہے۔

جواب اعتراض دوم: چونکہ رکوع اور سجود اور قعدہ اولیٰ اور قعدہ  
 اخیر اور قومہ اور جلسہ میں کوئی شخص ہاتھ باندھتا نہیں اور نہ ہی ان مواضع میں  
 کسی قسم کا اختلاف ہے اس لئے ظاہر ہے کہ حالت قیام کے باوجود آنحضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے حافظ ابن حجر نے جو قید ظاہر کی ہے وہ اتفاق ہے  
 احترازی نہیں ہے شاید علیٰ اظہر صاحب کے علم میں تمام قیود احترازی ہی کہا کرتے ہیں۔

جواب اعتراض سوم: حکم کرنے والے کا ابہام بھی جناب سید علیٰ اظہر صاحب  
 لکھنوی ہی کا حصہ ہے صواب کرام جب کہتے ہیں کہ ہمیں حکم ملا تو بالکل ظاہر ہے کہ آنحضور  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حکم ملا اسی طرح جب یہ لوگ کہتے ہیں کہ صواب  
 کو یہ حکم دیا جاتا تھا تو بالکل ظاہر ہے کہ یہ حکم آنحضور ہی کا نیز نماز میں ہاتھ باندھ  
 لینا یا کھلے رکھنا یہ ایک شرعی امر ہے۔ اور شرعی امور میں ظاہر ہے کہ خدا کا رسول

ہی حاکم ہوتا ہے کسی اور کا تصور بھی غلط ہے۔ پس اس حدیث کے مفہوم میں کسی قسم کا ابہام نہیں ہے۔ ان اگر البتہ مصنف کتاب رسالہ الیدین کے ذہن میں ابہام واقع ہو گیا ہے۔ تو یہ ان کے اپنے ذہن کا تصور ہے۔ حدیث شریف کا کوئی تصور نہیں ہے۔

علیٰ اظہر شمس اپنی کتاب رسالہ الیدین کے صفحہ پر لکھتے ہیں نیز اگر حکم دینے والے رسول خدا ہوں تو امر و نہی کے لئے ہوتا ہے پس نمازیں باعزت و باذمنا فرض ہونا چاہیے حالانکہ کوئی سنی نمازیں باعزت و باذمنا نہ دے کو فرض نہیں لکھتا نیز اس صورت میں امام مالک مخالف رسول ہوگا کیونکہ اس کا مذہب کھلے باعزتوں نماز پڑھنے کا ہے۔

اللہ یار خان سنی دہ امر ہمیشہ وجوب اور فرضیت کے لئے نہیں ہوتا بلکہ گاہے استیجاب اور ننگا ہے اباحت کے لئے بھی آتا ہے جیسا کہ احادیث مہواک میں امر کے صیغے استیجاب کے لئے آئے ہیں اور مسئلہ شکار میں اباحت کے لئے آئے ہیں جیسا کہ نفا صحا دہا یعنی احرام سے فارغ ہو جاؤ تو شکار کر لیا کرو اس آیت میں امر کا صیغہ ہے اور آج تک کسی اہل علم نے احرام سے فراغت پر شکار کے واجب ہونیکا حکم نہیں دیا ہے امام مالک کے مذہب کی تحقیق سابقہ صفحات میں گذر چکی ہے ہم نے دلائل تاہرہ سے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت امام مالک کا مذہب وہی ہے جو آج ان کی مشہور عالم کتاب مؤطا میں درج ہے اور وہ ہے دست بستہ نماز پڑھنے منون ہونا اس واسطے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

علیٰ اظہر شمس: نے اپنے رسالہ رسالہ الیدین صفحہ ۳۴ پر لکھا ہے کہ ابو حازم نے جو فرمایا ہے کہ میں تو یہی جانتا ہوں کہ اس بات کو سہیل بن سعد نے خدا کے رسول کی طرف منسوب کیا ہے تو معلوم ہوا کہ ابو حازم کو اس حدیث کے مرفوع ہونے میں شک ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے بھی اس شک کی طرف اشارہ کیا ہے دیکھو فتح الباری صفحہ ۱۹۲۔

اللہ یار خاں سنی :- سبحان اللہ تعصب اور عناد بھی عجیب چیز ہے حافظ ابن حجر صاحب نے جہاں سوال لکھا ہے وہاں ہی جواب بھی لکھ دیا ہے مگر شیعی مصنف سوال کا ذکر کرتے ہیں اور جواب کو ہضم کر جاتے ہیں۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اس جواب کا خلاصہ یہاں نقل کر دیں۔ حافظ ابن حجر صاحب کا ارشاد ہے کہ اگر حضرت ابو حازم کی زبان سے یہ فقرہ صادر نہ ہوتا تو یہ حدیث حکم مرفوع میں تھی کیونکہ صریحاً آنحضور کا اسم شریف مذکور نہ تھا۔ مگر امر چونکہ آپ کے علاوہ صحابہ کرام کے زمانے میں کوئی اور نہ تھا۔ اس لئے بات حضور ہی کی تھی پس اصطلاح محدثین میں یہ حدیث حکمی مرفوع تھی یعنی مرفوع کے حکم میں داخل تھی۔ لیکن جب ابو حازم راوی نے اپنا یقین ظاہر کیا اور آنحضور کے اسم مبارک کی وضاحت کر دی تو یہ حدیث مرفوع بن گئی پس ابو حازم کا یہ فقرہ کسی شک کے لئے نہیں ہے بلکہ حدیث کے مرفوع ہونے کو مضبوط بنانے کے لئے ہے۔ سمجھ کے بھی عجیب عجیب پھر جوتے ہیں ابو حازم نے جو کاروائی کی تھی وہ تو حدیث کے مرفوع ہونے کے لئے تھی۔ مگر مصنف رسالہ رسال الیہدین ہیں کہ حضرت ابو حازم کی تقریر کو شک پیدا کرتے کے لئے نامزد فرما رہے ہیں (میں تفاوت وہ ان کا ہاست تا کجما)

اگر حضرت ابو حازم خاموش رہتے تب بھی یہ حدیث حکم مرفوع تھی کیونکہ صحابہ کرام کو اور کون ہے جو حکم دے اور جب حضرت ابو حازم نے وضاحت کر دی کہ یہ حدیث مرفوع ہے تو اس صودت میں یہ حدیث مرفوع ہو گئی نہ کہ موقوف۔ علی اظہر من الشمس نے ارسال الیہدین ص ۳ تا ۱۳ اہلبیت کی حجیت پر ملامتیں کی ایک عبارت نقل کی ہے۔

وما اعتقدہ حجة  
اجماع اهل بیت النبوة  
اور میرا عقیدہ یہ ہے کہ اہل بیت  
نبوت کامل اور اجماع قطعی حجت

رضی اللہ عنہم وعلیہم  
وہو عندی وعند کل منصف  
ہے اور میرے اور ہر منصف کے نزدیک  
یہ اجماع بہ نسبت تعالیٰ اہل مدینہ کے  
اقویٰ من عمل اہل المدینۃ زیادہ قویٰ ہے۔

اللہ یار خال :- مولوی صاحب نے پورے چار صفحے سیاہ کر دیئے مگر کام کی بات  
ایک بھی نہ کہی ہے دے کے آپ نے جو چیز پیش کی وہ ملامتیں کی تحقیق ہے قبل ازیں  
الغاروفی کے صفحات میں قارئین ۱۸ عدد دلائل پڑھ چکے ہیں اور صاحب وراثت  
لامتیں رافضی ہیں آپ کے رفض و بدعت کا انکار وہی کرے گا جو حقیقت حال ہے  
بے خبر مولوی صاحب کے لئے اس سے تو بہتر یہ تھا کہ اصول کافی یا من لا یحضرہ  
فتوہ کی کوئی عبارت نقل کرتے یا پھر احتجاج ناضل طبری سے استدلال کرتے  
ہم ثابت کر چکے ہیں کہ اجماع اہل مدینہ کو جو محبت قرار دیا گیا ہے تو اس سے مراد صرف صحابہ  
کرام کی جماعت ہے۔ عام اہل مدینہ مراد نہیں ہیں تاکہ آج کل کے باشندے بھی اس  
میں داخل ہو جائیں اور ہر عقل مند آدمی جانتا ہے کہ صحابہ کرام کے لقب میں ملکیت  
عظام بھی داخل ہیں۔ صحابہ کرام سے اہل بیت عظام کے ممبروں کو خارج کرنا محال  
کی بدترین مثال ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اہل بیت کو صحابہ کرام سے خارج  
جانتا ہے۔ وہ صحابی کے معنی ہی سے بے خبر ہے باقی رہا صرف اہل بیت کا اجماع  
تو اس کو محبت قرار دینے میں شیعہ لوگ منفرو ہیں جیسا کہ ارشاد الفضول ص ۸۳ پر  
موجود ہے ۔

وذهب الجمهور ایضا  
الی ان اجماع العترة وحدها  
لیس بمجہد وغالۃ الثرید قیۃ  
والامامیۃ ہو حجة واستدلوا  
ترجمہ :- جمہور علماء کا عقیدہ یہ ہے کہ  
صرف اہل بیت کا اجماع شرعی حجت  
نہیں ہے اور نہ یہ اور امامیہ نے اسکو  
حجت شرعی تسلیم کیا ہے۔ اور آیت

بقوله تعالى انما يريد الله  
ليذهب عنكم الرجس اهل  
البيت الخ واخفاء من جس  
فوجب ان يكونوا مطهرون  
عنه واجيب عنه بان  
سياق الآية يخيه الله في  
نائبه صلى الله عليه  
وسلم

الح ان قال لا يخفى  
عليه ان يكون الخلفاء  
رجالا يدل عليه لغة  
ولا شرع فان معناه  
في اللغة القدوس ويطلق  
في اشرع على العذاب كما  
في قوله سبحانه الله  
قد وقع عليكم من  
ربكم رجس وغضب  
وقوله من رجس اليم  
والرجز هو الرجس و  
استدلوا بقوله  
قل لا اسئلكم عليه

تطهير سے استدلال کیا ہے صورت  
استدلال کی یوں ہے کہ غلطی کر جانا گناہ  
ہوتا ہے۔ پس واجب ہو گیا کہ اہل بیت  
خطا کا رسی سے پاک ہوں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آیت تطہیر  
کا ماقبل تبارک ہے کہ اس آیت میں  
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں  
کا ذکر ہے نیز خطا کو شریعت نے  
رجس قرار دیا ہے نہ لغت نے کیونکہ  
لغت میں گندگی کو رجس کہتے ہیں اور  
شریعت میں عذاب کو رجس کہا جاتا  
ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتے ہیں:  
قد وقع عليكم من ربكم  
رجس وغضب۔

اور اسی طرح من رجس الیم۔  
اور من رجس اور من جن

ایک ہی چیز ہے۔ اور شیعہ علما نے  
آیت مروت قرنی سے بھی استدلال  
کیا ہے اس کے علاوہ بہت سی  
احادیث سے بھی استدلال کیا ہے یہ  
آیت اور احادیث اہل بیت کی

اجرا الا المردّة

فی العقوبۃ -

وباحادیث کثیرۃ

جداً تَشْتَمِلُ عَلٰی

مزمید شد فیہم

وعظیم فضلہم

ولا دلالت فیہا

علی حجیت قولہم

ومتد البعد

من المستدل علی

خالک۔

فضیلت اور شرافت پر تو دلالت کرتی  
ہیں لیکن ان کے اقوال کے شرعی حجیت  
پر دلالت نہیں کرتیں اور جس شخص نے  
آیت فضیلت سے اقوال عشرت کی  
حجیت پر استدلال کیا ہے وہ حق انصاف  
سے دور چلا گیا ہے۔ ماضوس ہے کہ  
شیعہ آج تک نہ بتا سکے کہ آل رسول  
کون ہیں اور اہل بیت رسول سے کیا  
مراد ہے؟ شیعہ کا علمواً اور مولوی  
علی اظہر صاحب شیعہ کا خصوصاً قرض  
تھا کہ سب سے پہلے آل رسول اور اہل  
بیت کے افراد کی تعین فرماتے۔

پھر ہم سے اقوال عشرت کی بابت کچھ سنئے۔

اگر نظر اجماع دیکھا جائے تو شیعہ کے یہاں اہل بیت بارہ اشخاص میں بند  
ہیں جو صحابہ کرام کے مقدس زمانے میں سوائے علیؓ اور حسینؓ کے پیدا بھی نہیں  
ہوئے تھے۔ پس ان کی اجماع کی کیا صورت ہو سکتی ہے جبکہ ان کا اجماع ایک  
زمانے میں ممکن نہیں۔

علی اظہر لکھنؤی شیعہ۔ ارسال الیہ دین ص ۳۳ تا ص ۳۴ حضرت امام جعفر  
صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھلے ہاتھوں نماز پڑھا کرتے تھے دیکھو فرداع کا  
جلد اول ص ۱۱

فتام ابو عید اللہ علیہا ترجمہ: پس حضرت امام جعفر صادق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبلہ رو ہو کر کھڑے

ہو گئے پھر دونوں ہاتھوں کو دونوں

راٹوں پر چھوڑ دیا اور ہاتھوں کی انگلیوں

کو آپس میں ملا لیا اور دونوں پاؤں

کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا

یہاں تک کہ دونوں پاؤں کے درمیان

صرف تین انگلیوں کی مقدار فاصلہ رہ گیا

استلام يستقبل القبلة

منتصبا فواصل يديه

جميعا على فخذه قد

ضم أصابعه وقرب

بين قد ميه حتى كان

بينهما قدس ثلاث أصابع

حضرت امام جعفر صادق کی مندرجہ بالا حدیث میں عوذ کو کس صفائی سے  
کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کا طریقہ بیان فرما رہے ہیں یہ ہے اہل بیت کا اجماع ۔

حضرت اللہ یار خاں : ایک حضرت امام جعفر صادق کی نماز نقل کر دینے  
سے اجماع اہل بیت کیسے ثابت ہو سکتا ہے ، دوسری عرض یہ ہے کہ جس کتاب

سے یہ حدیث نقل کی جا رہی ہے ، وہ خاص شیعہ کی کتاب ہے اس لئے یہ نقل  
اہل سنت پر حجت نہیں ہو سکتی ، تیسری عرض یہ ہے کہ اس روایت کے راوی علمائے

رجال شیعہ کے نزدیک کذاب اور ضائع ہیں اس لئے یہ حدیث شیعہ پر بھی حجت  
نہیں ہے ، چوتھی بات یہ ہے کہ شیعہ اصول میں طے ہو چکا ہے کہ حضرت امام

مہدی کے ظہور سے پہلے پہلے تمام زمانہ وجوب تقیہ کا ہے پس عقل انسانی بادر  
نہیں کرتی کہ حضرت امام جعفر صادق نے تقیہ ترک کر دیا ہو ، اور کھلے ہاتھوں نماز

ادا فرمائی ہو ۔ پس وجوب تقیہ اولاد سال الیدین آپس میں دونوں متضاد باتیں  
ہیں ۔ اگر حضرت امام جعفر صادق نے کھلے ہاتھوں نماز ادا کی تو وجوب تقیہ کا

مسئلہ موضوع ثابت ہو چکا اور اگر آپ نے وجوب تقیہ پر عمل فرمایا اور دست بستہ  
نماز پڑھی ہے تو اولاد سال الیدین کی یہ

روایت موضوع اور من گھڑت ثابت



جو چکی ہے۔ ۷

مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے

ہم نیک بہ حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

جامع الرواہ شیعہ اسمائے رجال کی بڑی معتبر کتاب صفحہ ۴۶ پر تحریر ہے۔

عن عدۃ من اصحابنا      ترجمہ: ہمارے اساتذہ روایت کرتے  
قال کان ابو عبد اللہ      ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ  
علیہ السلام یقول ما      تعالیٰ عنہ فرماتے تھے۔ عبد اللہ بن یعفور  
وجدت احداً یقبلوننی      کے علاوہ میں نے کوئی کوئی ایک شخص  
وبایع امری الا عبد اللہ      بھی ایسا نہ پایا جو میری وصیت قبول  
بن ابی یحییٰ۔      کریں اور میرا حکم ماننے پر

حضرت امام جعفر صادق کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کے لئے والوں  
میں سے صرف عبد اللہ بن یعفور ہی قابل اعتماد تھا۔ باقی سب کے سب بے اعتبار  
تھے۔ اور فرمایا کائی دیکھنے والے جانتے ہیں کہ کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کی روایات  
میں کوئی حدیث بھی ایسی نہیں جو عبد اللہ بن یعفور سے روایت کی گئی بلکہ مذکورہ بالا  
حدیث جس کو علی اظہر نے سنداً پیش کیا ہے وہ حماد سے مروی ہے اس لئے حسب  
قواعد شیعہ غلط اور باطل تصور کی جائے گی۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی نماز

کتب اہل سنت والجماعت کے مطالعہ سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت علی  
رضی اللہ تعالیٰ ہمیشہ دست بستہ نماز پڑھا کرتے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ  
وسلم سے جو حدیث دست بستہ نماز پڑھنے کی آئی ہے وہ بھی حضرت علی المرتضیٰ  
کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے اس لئے جو لوگ کتب اہل سنت پر نظر رکھتے ہیں

اللہ کے یہاں حضرت علی کی نماز کی کیفیت میں کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ چونکہ آپ دست بستہ نماز پڑھنے کی حدیث کے راوی اول ہیں اس لئے ممکن نہیں کہ آپ کھلے ہاتھوں نماز پڑھیں اب ہم کتب شیعہ سے ثابت کریں گے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ دست بستہ نماز پڑھتے تھے مگر اس مسئلہ کو تحقیق کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ ایک قانون کو ذہن نشین کر لیں وہ قانون یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے مقدس زمانہ سے لیکر حضرت امام محمد باقر کے زمانہ تک شیعہ مذہب کے اصول و فروع کو کوئی نہیں جانتا تھا۔

۱۵ اگست ۱۹۵۶ء

حتیٰ کہ اس زمانہ میں نماز شیعہ کی کسی کو خبر نہ تھی دیکھو اصول کافی مطبوعہ نول کشور

ص ۳۶۹

ترجمہ: حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ سے پہلے کے شیعہ اس حال میں تھے کہ حج کے دستور نہ جانتے تھے اور حلال اور حرام کے شرعی اصول سے بے خبر تھے یہاں تک کہ حضرت امام باقر علیہ السلام نے اگر تک حج بیان کئے اور حلال و حرام کے چہرہ سے پردہ اٹھایا۔ پھر آخر وہ وقت آگیا کہ دوسرے لوگ شیعہ سے مسائل دریافت کرنے لگے جس طرح وہ اور قبل ازیں شیعہ لوگ اہلسنت سے

وَكَانَ الشَّيْعَةُ قَبْلَ أَنْ يَكُونَ  
أَبُو جَعْفَرٍ وَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ مَنَاسِكَ  
حُجَّتِهِمْ وَحَلَالَتِهِمْ وَحُرْمَتِهِمْ  
حَتَّىٰ كَانَ أَبُو جَعْفَرٍ فَفَتَحَ  
لَهُمْ وَبَيَّنَّ لَهُمْ مَنَاسِكَ  
حُجَّتِهِمْ وَحَلَالَتِهِمْ وَحُرْمَتِهِمْ  
حَتَّىٰ حَصَرَ النَّاسَ يَحْتَاطُونَ  
إِلَيْهِمْ مِمَّنْ مَا كَانُوا  
يَحْتَاطُونَ إِلَيْهِ النَّاسِ.

## دریافت کیا کرتے تھے :

معلوم ہوا کہ حضرت علی اور حضرت حسن اور حضرت حسین اور حضرت زین العابدین رضوان اللہ علیہم کے مقدس زمانوں میں شیعہ مذہب کی کسی فرد بشر کو خبر نہ تھی۔ پس جب شیعہ کسی کو خبر نہ تھی تو ناز شیعہ جو کھلے ہاتھوں پڑھی جاتی ہے اس کے دنیا میں موجود ہونے کی کوئی صورت ہی نہیں۔ اب علی اظہر صاحب خصوصاً اور شیعہ علمائے عموماً سوچ کر جواب دیں کہ مذکورہ بالا آئمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جن کے پہلے حضرت علیؓ نہیں اور آخری زین العابدینؓ ہیں کیا ان بزرگوں نے کھلے ہاتھوں ناز پڑھی اور کیا یہ بات ممکنات میں سے ہے؟ ہرگز نہیں پس ثابت ہو گیا کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کو رم اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسن مجتبیٰؓ اور حضرت امام حسین شہیدؓ کہ بلا اور حضرت سید الساجدین امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان چاروں بزرگوں نے زمست بستہ ناز پڑھی ہے اور اہل سنت کے مقتدا ایسی بزرگ ہیں اس کے بعد خود بخود واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت امام محمد باقرؓ اور حضرت امام جعفر صادقؓ رضی اللہ عنہما سے جو کھلے ہاتھوں ناز پڑھنے کی روایات وارد ہوئی ہیں وہ سب کی سب موضوعات اور من گھڑت ہیں۔

علیؑ اظہر ارسال الیہین صلاً پر یوں رقم فرماتے ہیں۔

علمائے اہل سنت نے اگرچہ اختلاف کیا ہے کہ عمل اہل مدینہ حجت ہے یا کہ نہیں مگر اس سے کسی کو انکار نہیں کہ اہل مدینہ کا عمل یہی تھا کہ وہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ عمل ان کا مطابق رسول ہے کیونکہ حضرت کو سب نے یوں ہی نماز پڑھتے دیکھا تھا لہذا وہ بھی اسی طرح پڑھا کرتے تھے تو اب اس کے خلاف عمل کرنا دیدہ و ثابتہ اپنی نماز کو مخالف عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنانا ہے کیونکہ یوں تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اہل مدینہ کا عمل خلاف رسول تھا اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ تمام اہل مدینہ صحابہ کرام و تابعین کا عمل یہی تھا کہ وہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے کیونکہ امام مالک اس کو عمل اہل مدینہ کہتے ہیں اور عمل اہل مدینہ اس وقت کیا جاسکتا ہے کہ سب کا یہی عمل ہو بلا اختلاف کیونکہ در صورت اختلاف عمل اہل مدینہ نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ عمل بعض اہل مدینہ کہا جائے گا تو اب جو یہی طرد سے ثابت ہوا کہ عمل اہل مدینہ امام مالک کے زمانہ تک بلا اختلاف یہی تھا کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔ اسی استدلال امام مالک سے اس حدیث کی حالت ظاہر ہوئی جو ہاتھ باندھنے کے متعلق بیان کی جاتی ہے کہ وہ کیسی ہے کیونکہ اس روایت کی موجودگی میں بھی صحابہ اور سائر اہل مدینہ کا عمل یہی تھا کہ وہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے تو اب وہ احتمال ہو سکتے ہیں اول یہ کہ تمام صحابہ اور اہل مدینہ معاذ اللہ عمل رسول کی مخالفت کرتے تھے دوئم یہ کہ ہاتھ باندھنے کے بارے میں جو حدیث ہے وہ موصوعہ ہے۔

اللہ یا رخاں :- جناب علیؑ اظہر صاحب کو معلوم تھا کہ اہل سنت والجماعت کے ہاں مطلقاً تعامل اہل مدینہ حجت نہیں ہے جا بڑاں۔ وہ مجبور تھے کہ اختلاف اہل سنت بیان کرتے اسی لئے انہوں نے کھد دیا کہ اگرچہ اہل سنت کا اس میں اختلاف

ہے کہ اجماع اہل مدینہ حجت ہے بات دراصل یہ ہے کہ علمائے اہل سنت کے نزدیک مطلق اجماع اہل مدینہ حجت نہیں ہے۔ بلکہ ان کے ہاں جو حجت ہے وہ اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا اجماع و تعامل حجت قوی ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ اور بعد والوں کا مذہب ہے۔  
علامہ شرنکافی ارشاد الفحول مصری ص ۱۶ پر یوں لکھتے ہیں۔

البحث السابع اجماع الصحابة  
حجة بلا خلاف وقد ذهب  
الى اختصاص حجة الاجماع  
باجماع الصحابة داود  
الظاهرى وهو ظاهر كلام  
ابن حبان فى صحيحه وهذا  
هو المشهور عن الامام  
احمد بن حنبل فانه  
قال فى رواية ابى داود  
عند الاجماع ان يتبع ما  
جاء عن النبى صلى الله عليه  
وسلم وعن اصحابه وهو  
فى التابعين فخير وقال ابو حنيفة  
اذا اجتمع الصحابة على  
شيء سلمنا لا واذا اجمع  
التابعون زاحمتهم۔

ترجمہ: ساتویں بحث اجماع صحابہ کرام  
حجت ہے بغیر کسی اختلاف کے داؤد  
ظاہری کے نزدیک حجیت اجماع صحابہ  
کرام کے اجماع سے مختص ہے اور  
ابن حبان کے کلام سے بھی یہی بات ظاہر  
ہوتی ہے جو اس نے اپنی صحیح میں لکھ دی  
اور امام احمد ابن حنبل سے بھی یہی مشہور  
ہے۔ انہوں نے ابی داؤد کی روایت  
میں فرمایا کہ اجماع میں شرط یہ ہے کہ  
یہ اس چیز کی اتباع کی جائے جو نبی کریم  
صلعم سے منقول ہوئی ہو یا صحابہ کرام  
سے اور تابعین کے بارے میں وہ اختیار  
دیتے ہیں اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ  
جس حکم پر صحابہ کرام اجماع کریں وہ  
حجت ہے اس لئے ہم تسلیم کرتے ہیں اور  
اگر تابعین اجماع کریں تو ہم مقابلہ کر لیں گے۔

اسی ارشاد انفعول مصری ص ۸۲ پر علامہ شوکانی کا ارشاد ہے۔

وقال ابن دهب ذهب  
خارود واصحابنا الى ان الاجماع  
انما هو اجماع الصحابة  
فقط وهو قول لا يجوز خلافا  
لان الاجماع انما يكون  
من توقيف والصحابة هم الذين  
شهدوا التوقيف۔ (ارشاد المعقول)

ترجمہ۔ ابن دہب فرماتے ہیں کہ داؤد  
اور ہمارے اساتذہ کا قول ہے کہ جو اجماع  
محبت ہے وہ صرف صحابہ کرام ہے اور  
وہ ایسا حکم ہے جس کی مخالفت جائز نہیں  
ہے اس لئے کہ اجماع توقيف سے ہے  
اور توقيف کو صرف صحابہ کرام نے ہی  
اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

نوٹ۔ الہ دونوں روایتوں سے واضح ہو گیا کہ اجماع صحابہ کرام کے سوا  
کوئی اجماع محبت نہیں ہے۔ نیز یہ بات بھی روز روشن کی طرح نظر آگئی کہ امام احمد  
ابن حنبل اور امام ابو حنیفہ کا یہی مذہب تھا، جسے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ  
سوا کا مذہب بھی اسی

”ارشاد انفعول کے ص ۸۲ پر منقول ہے۔“

قال الشافعي اذا وجدت  
متفقى اهل المدينة على  
شيء فلا يدخل شك في  
قلبك انه الحق وكما  
جاءك بشيء غير ذلك  
فلا تلغى اليه ولا

امام شافعی فرماتے ہیں کہ جس وقت متفقین  
اہل مدینہ کو تو کسی چیز پر متفق پائے پس  
اس کے حق ہونے کے متعلق تیرے دل  
میں شک بھی نہ پیدا ہو یہ حق نہیں ہے  
اور اگر کوئی حکم اس کے خلاف آئے  
تو اس کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اور اسے

تعمیلاً بہ لا یعباہ خیال کر

نوٹ۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امام احمد ابن حنبل اور امام

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کے قول کی تصدیق فرمادی اور واضح کر دیا کہ اجماع صحابہ کرام میں محبت سے وارد ہیں۔

اجماع اہل مدینہ علی  
انفرادہم لیس۔ محبتہ عند الجہود  
لانہم بعض الامۃ۔ ارشاد اقبالؑ  
قال الذمشی و هذا صریح  
بان قائلین بهذا لا یعتقد  
بکل عصوب فی الصحابة  
فقط۔ ارشاد الفحولؑ  
اجماع اہل المدینہ مکہ  
والمدینۃ و اہل المصرین والبصرۃ  
والکونۃ لیس محبت لانہم بعض الامۃ  
میں ان تمام ہدایات معتبرہ سے واضح ہو گیا کہ اجماع صحابہ کرام کے بغیر کوئی اجماع  
محبت نہیں ہے جہاں اہل مکہ اور اہل مدینہ کا اجماع محبت نہیں وہاں اہل بصرہ  
اور اہل کوفہ کے اجماع کی کوئی قدر و قیمت اور وقعت نہیں ہے کیونکہ وہ بعض امت  
ہیں اور بعض امت کا اجماع قابل محبت نہیں ہے۔

نوٹ :- علامہ ابن عبد البر نے جامع بیان العلم کے ص ۲۲۲ مصری پر قال  
الدارودی الخ فقل کر کے فرماتے ہیں کہ امام مالک کا بھی یہی خیال ہے۔  
نیز علامہ ابن قسیم اعلام التوہین مطبوعہ دہلی کے ص ۱۹۱ و ص ۲۹۹ پر یوں  
فرماتے ہیں۔

اہل مدینہ کا عمل اس وقت تک معتبر تھا۔ اور حجت تھا جب تک صحابہ کرام کا مقبرہ قیامگاہ تھا اور جب صحابہ کرام مدینہ سے دوسرے شہروں میں تشریف لے گئے تو اس وقت ان شہروں کا عمل معتبر ہو گا۔ جہاں صحابہ کرام عمل کر رہے ہیں اس لئے کہ مدینہ کی گلیوں، دیواروں اور انیٹوں کا اعتبار نہیں ہے عمل تو سکان مدینہ ہی کا لیا جائے گا۔ اور وہ صحابہ کرام ہیں۔

فانہم شاہد ما التزموا  
وعرفوا لادلیل وظفر ومن  
العلم بما لم یظفر به من  
بعدہم فہم المتقدمون  
فی العلم علی من سواہم  
کما هم المتقدمون۔  
فی الفضل والدين معلوم  
وهو العمل الذی لا ینخالف۔

پس صحابہ کرام نے نزول قرآن کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور تاویل قرآن کو سچا پایا اور علم پایا کہ بعد والوں نے ایسا علم نہ پایا اور صحابہ کرام مقدم ہیں علم میں باقی لوگوں پر جیسا کہ وہ مقدم ہیں فضیلت اور دین میں اور ان کا عمل ایسا ہے جس کی مخالفت نہیں کی جاسکتی۔

اس کے بعد جب صحابہ کرام باقی شہروں میں منتقل ہو گئے جن کی تعداد تقریباً تین صد کے قریب تھی جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے تاریخ الباری ص ۲۹۳ پر فرماتے ہیں۔

وفضل المدینة ثابت  
لا ینحتاج الی اقامت دلیل  
خاص وانما المراد هنا تقديم  
اهلها فی العلم علی غیرہم  
فان المراد بذلك تقديمہم

فضیلت اہل مدینہ کی ثابت ہے جو کسی خاص دلیل کی محتاج نہیں ہے اور اس جگہ اہل مدینہ کی تقدیم سے مراد تقدیم علمی ہے۔ دوسروں پر تحقیق مراد اس سے تقدیم ان کی بعض



بعض الا عصاں وهو العصر  
 فی الذی کان فیہ النبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم مقبلاً بجا العصر  
 الذی بعدہ من قبل  
 ان یتفرق الصحابة فب  
 الا مصار فلا شک تقدیم العصر  
 المذکورین علی غیرہم  
 وهو الذی یتفاد من  
 الا حدیث وان کان المراد  
 استمرار ذالک لجمیع من  
 سکنا فی عصر فهو عمل  
 السنخ ولا سبیل الی التعمیم  
 القول بذالک -

زمانہ میں ہے یعنی جس زمانہ میں جناب  
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے  
 مدینہ منورہ میں اور وہ زمانہ بھی مراد  
 ہے جس میں صحابہ کرام مدینہ سے منتقل  
 نہیں ہوئے تھے۔ دوسرے شہروں میں  
 بے شک دونوں زمانے باقی زمانوں  
 پر مقدم ہیں اور یہ وہ چیز ہے جو احادیث  
 سے مستفاد ہوتی ہے اور اگر مراد تمام  
 زمانہ ہو یعنی یہ فضیلت مدینہ استمراری  
 ہو۔ ان تمام لوگوں کے لئے جو بھی جس  
 زمانے میں مدینہ میں سکون پذیر ہوں تو  
 یہ بات محل نزاع ہے اور کوئی راستہ  
 نہیں کہ اس کو عام کیا جائے ؟

نوٹ :- ان حوالہ جات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اجماع  
 صحابہ کرام ہی حجت ہے جس حکم پر بھی صحابہ کرام نے اجماع کیا وہی دین  
 کی قوی دلیل ہوتی ہے بلکہ دین رسول وہی ہے اور اس کی مخالفت کفر جلی ہے  
 مثلاً صحابہ کرام نے خلافت راشدہ پر اجماع کیا علی الترتیب یہ چاروں خلفائے  
 برحق تھے۔ اب ان کا انکار آپ خود ہی سمجھ لیں کہ کیا ہے۔ الفاروق کے  
 سابقہ شماروں میں راقم الحروف یہ ثابت کر چکا ہے کہ تمام صحابہ کرام کا اجماع  
 ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے پر تھا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ  
 کھول کر نماز پڑھی اور نہ ہی کسی صحابہ رسول نے اور ہمارا دعویٰ ہے کہ کوئی

شیعہ دوست مولوی علی اظہر کی طرف سے یہ چیز پیش نہیں کر سکتا کہ کسی صحابی نے یا خود رسول پاک نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھی۔

اب رہا امام مالک کا اجماع و عمل اہل مدینہ کو حجت فرمانا تو اس کے متعلق علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین مطبوعہ دیلی ص ۲۹ ج ۱ اول پر فرمایا ہے۔

نحو شلات مائة صحابی  
وینف فت انتقلوا  
من المدينة و تفرقوا  
فی الامصار و هذا  
یدل علی ان عمل اهل  
المدينة ليس عندنا حجة  
لانامة لجميع الامة  
وانما هو اختيار منه  
لما راى عليه العمل  
ولم يقتل قط في مؤطا  
ولا غيره ولا يجوز العمل  
بغيره بل يخبر اخباراً  
مجرداً ان هذا عمل  
اهل المدينة ط

تین سو سے زیادہ صحابہ کرام مدینہ منورہ سے باقی شہروں میں منتقل ہو گئے تھے اور انکے شہروں میں چلے گئے تھے یہ بات دلالت کرتی ہے کہ عمل اہل مدینہ امام مالک کے نزدیک حجت نہیں ہے تمام امت کے لئے جب امام مالک نے اہل مدینہ کو کوئی عمل کرتے دیکھا تو اس کو اختیار کر لیا اور امام مالک نے کسی دوسری کتاب میں ہرگز نہیں فرمایا کہ عمل اہل مدینہ کے خلاف کوئی عمل جائز نہیں ہے بلکہ امام مالک نے تو صرف اس بات کی خبر دی ہے کہ اہل مدینہ یوں عمل کرتے تھے۔

نوٹ :- اس روایت سے شمس نصف النہار کی طرح یہ بات واضح ہو گئی کہ امام مالک کے نزدیک بھی سوائے صحابہ کرام کے اجماع کے کسی کا اجماع حجت نہیں ہے۔ لوگوں کو امام ممدوح کے ایک قول سے غلطی لگی

جس میں انہوں نے صرف یہ خبر دی تھی کہ اہل مدینہ یوں عمل کیا کرتے تھے امام مالک نے کہیں بھی یہ نہیں فرمایا اور کسی سے یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ تمام اہل مدینہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔

”اہل مدینہ سے امام مالک کی مخالفت۔“

علامہ شوکانی نے ارشاد الفحول ص ۹۲ پر یوں بیاں فرمایا ہے۔

ولشکل علی ما روى عن  
مالك من حجة  
اجماع اهل المدينة  
على ان البيع بشرط البداء  
لا يجوز ولا يبيح  
من العيب اصلا  
عليه او جملة ثم  
خالفهم غلو كان  
يرى ان اجماعهم  
حجة لم تسمح  
في الفقه

”امام مالک سے جو روایت بیان کی گئی ہے کہ اجماع اہل مدینہ حجت ہے اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ بیع بشرط بداء عن العیب بالکل جائز نہیں ہے مشتری اس عیب کا علم رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو پھر امام مالک اہل مدینہ کے مخالفت ہو گئے ہیں۔ اس بیع میں پس اگر امام مالک اہل مدینہ کے عمل اور اجماع کو حجت جانتے تو اس اجماع میں مخالفت نہ کرتے،“

”حضرت امام مالک اہل مدینہ کے اس عمل کو حجت جانتے ہیں جو حدیث رسول سے ثابت ہو۔“

قال الباھی انما اساد  
مالك بحجة اجماع  
اهل المدينة فيما

\* قاضی بابی نے کہا ہے کہ امام مالک کی مراد اجماع اہل مدینہ کے حجت ہونے سے یہ ہے کہ جس کے لئے

کان طریقۃ النقل المستفیض      حدیث مشہور رسول خدا ہو جیسا  
 کالمہ والصماح والاذان      مصاح اذان، اقامت اور زکوٰۃ  
 والا تمامہ و عدم      کاسبزیوں میں واجب نہ ہونا جس  
 وجوب الذکوٰۃ فی الحضرة      طرح عادت چاہتی ہے۔ اس نے  
 مما تقصی العادة بان میكون      کہ ایک کام زمانہ رسول میں ہوتا  
 فی من التبی خاتہ دو      اور کیا جاتا ہے پھر اگر وہ متغیر  
 لخص بما کان علیہ لعم      ہو جاتا ہے۔ تو یقیناً اس کا علم  
 قال الا بھری من اصحاب مالکنا      ہوتا ہے ۱۰ الشاد القول ص ۱۰

اہل مالک ید فیما طریقۃ النقل والاضاح والاضاح

علامہ ابہری نے مالک مذہب کے متعلق کہا کہ امام مالک کی مراد اجماع  
 وعمل اہل مدینہ سے وہ اجماع ہے جو حدیث رسول سے ثابت ہے جیسا  
 جنسین صماح وماپ قول (وغیرہ نہ عام احکام اب ہم نے علی اظہر کے  
 اس قول کی دسبیاں قضائے آسمانی میں اڑا دیں کہ امام مالک کے نزدیک  
 اجماع اہل مدینہ محبت ہے ہم نے واضح کر دیا کہ تمام اہل سنت کے نزدیک  
 صحت اجماع صحابہ کرام محبت ہے حضرت امام مالک خود اہل مدینہ کی مخالفت  
 کر لیتے تھے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک اجماع وعمل اہل مدینہ محبت نہیں ہے امام  
 مالک کے نزدیک وہ اجماع اہل مدینہ محبت ہے جو حدیث رسول سے ثابت  
 ہے اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ امام مالک نے کسی کتاب میں یہ نہیں فرمایا کہ تمام  
 اہل مدینہ ماتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔

## نماز شیعہ کا موجد

کتب شیعہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نماز کی ایجاد کا سہرا بھی زرارہ صاحب کے سر پہ ہے۔ رجال کشی میں عمار باطنی سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے ایک کو مکہ و مدینہ کے درمیان راستہ میں نماز پڑھتے دیکھا۔ ایسی نماز میں نے کسی مذہب میں نہ دیکھی تھی نہ آج تک کسی نے اس طرح پڑھی تھی یا یک نہایت ہی عجیب قسم کی نماز تھی اور عجیب عجیب دعائیں تھیں جو بعد از نماز مانگی گئیں تھیں جب صبح ہوئی اور ہم امام جعفر صادق کی خدمت میں پیش ہوئے تو آپ نے فرمایا یہ زرارہ بن اسمین تھے ملاحظہ ہو۔ رجال کشی۔

نوٹ :- زمانہ حاصرہ کے شیعہ علی مجتہدین اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ کھلے لائحہ عمل نماز پڑھنے والے بارہ امام ہیں رجال کشی کی روایت موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عجیب و غریب نماز زرارہ کے نتیجہ فکر کی کاروائی ہے۔

نیز یہ بات مسلم بن الفریقین ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی بات میں خلفائے ثلاثہ کی مخالفت نہیں کی۔ یہاں تک کہ ان کی رعایت سے اپنا اصلی قرآن بھی ظاہر نہ کیا اور ورثہ فاطمہ پر فدا کر دیا۔

اور نماز تراویح میں بدعت کو قائم رکھا روک نہ سکے متعہ النساء کو رواج نہ دے سکے۔ نماز جنازہ چار تکبیریں پڑھتے رہے۔ پانچ تکبیریں جاری نہ کر سکے۔ جب حال یہ ہے اور صورت احوال اس طرح ہے تو خدا را بتلاؤ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خلفائے ثلاثہ کی اقتدا میں کھلے ہاتھوں نماز پڑھی تو کس طرح پڑھی؟ ہرگز نہیں حقیقت یہ ہے کہ آپ نے خلفائے ثلاثہ کے پیچھے نماز پڑھی اور دست بستہ پڑھی ملاحظہ ہو تلخیص ص ۳۵۲

شیعہ عقائد کے نزدیک خلفائے ثلاثہ (نقل کفر کفر بنامہ) کافر تھے اور کافر کی اقتدا تو شیعہ مذہب میں بھی جائز نہیں ہے۔ علی بن راشد کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے دریافت کیا کہ آیا سنی امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہ؟ آپ نے جواب میں فرمایا۔ لا تصلی الا خلف من تشق بدینہ یعنی نماز اس کے پیچھے پڑھو جس کے دین پر اعتبار ہو۔ اگر کسی کے دین پر اعتبار نہیں تو اس کی اقتدا بھی درست نہیں معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ کے نزدیک تو خلفائے ثلاثہ کا دین صحیح تھا اگر ان لوگوں کا دین ہی خراب ہوتا تو حضرت علیؑ ان کے پیچھے ہرگز نماز نہ ادا کرتے اور اگر نماز پڑھ چکے تھے تو اس کا اعادہ لازم تھا شروع کا فی جلد اول ص ۳۷۲ پر موجود ہے کہ حضرت علیؑ نے کسی ناسق کے پیچھے نماز پڑھی پھر فوراً لوٹا لی تو کوئی شیعہ صاحب ثبات نہ دیکھا میں کہ حضرت علیؑ نے بھی اپنی خلافت کے زمانے میں ان نمازوں میں سے کوئی نماز لوٹائی تھی یا کہ خلفائے ثلاثہؑ کے زمانے میں تازہ تازہ لوٹا لیا کرتے تھے دراصل بات یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کی اقتدا میں نماز پڑھنا شیعہ کے لئے سخت

سرور دی کا باعث ہے۔ یہاں تک کہ سید المرقتضیٰ علم الہدیٰ نے اپنی کتاب  
تفسیر الانبیاء اور شافی میں نماز کی دو قسمیں بنا دی ہیں ایک ظاہری اور دوسری  
باطنی حالانکہ شرع ظاہر ہے باطن نہیں ہے۔

ایک لطیفہ

آج کل پاکستان میں شیعہ غشی اتحاد کی سخت ضرورت ہے کیا ہی اچھا  
ہو کہ شیعہ حضرات اہل سنت کے اماموں کی اقتداء میں نماز ادا کیا کریں اور  
دل میں اقتداء نہ کریں۔ اس طرح پاکستان میں امن و امان کا گہوارہ بن جائیگا  
فروع کافی جلد اول ص ۲۲۴ پر ایک حدیث موجود ہے۔ آج کل شیعہ بھائیوں  
کو ادھر توجہ دینی چاہیئے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں۔

مَنْ صَلَّى صَلَاتَهُمْ رَفَّ	و ترجمہ جس شخص نے سنی امام کے
اجتمع الاول کما کان کسوف	پچھے پہلی صف میں نماز پڑھی وہ
مَنْ صَلَّى صَلَاتَهُ رَسُوْلُ اللهِ	ماندا اس شخص کی ہے جس نے
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -	خدا کے رسولؐ کے پچھے نماز

ادا کی ۱۰

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شیعہ مذہب آدمی اندر راہ تفسیر کسی شئی  
کے پچھے ادا کرے تو وہ اس نماز کی کا ثواب حاصل کرتا ہے جس نے خدا  
کے رسولؐ کے پچھے نماز پڑھی اور ظاہر ہے کہ رسولؐ کے پچھے ادا شدہ  
نماز کے ثواب کا کوئی شخص اندازہ ہی نہیں لگا سکتا اس لئے پاکستانی شیعہ  
برادری کی خدمت میں عرض ہے کہ حضرت علی المرقتضیٰ کرم اللہ وجہہ

کے نقش قدم پر چل کر عظیم ثواب حاصل کریں اور ظاہری نماز اہل سنت اماموں کے پیچھے ادا کرنا شروع کر دیں۔ اس سے جہاں آپ لوگ ثواب کے انبار جمع کر لیں گے۔ وہاں ملک پاکستان کی سیاسی فضا میں بہترین کردار پیش کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

ملازمت مسجد رسول۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو جماعت مسلمین کے ساتھ نماز ادا کرنے کا اس قدر شوق تھا کہ بیشتر اوقات مسجد نبوی میں اقامت گزیر رہتے تھے۔ جب تک کوئی ضروری کام پیش نہ آتا تھا آپ مسجد نبوی سے سہ گز باہر نہ جاتے تھے۔ دیکھو ثانی مرتضیٰ علم الہدیٰ مطبوعہ طہران ص ۳۵۳

وَإِنَّمَا كَانَ يَكْثُرُ الْحَبْلُ مِنْ فِيْ  
مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ فَيَتَعَقُّ الْإِجْتِمَاعُ  
مَعَ الْقَوْمِ هُنَاكَ ۝  
ترجمہ: اور حبلم (اور حضرت علی اکثر اوقات مسجد نبوی میں بیٹھے رہتے تھے پس وہاں صحابہ کرام کے ساتھ اکٹھے ہو جاتے تھے) ۱۰

نیز ملاحظہ ہو کتاب سلیم بن قیس ص ۲۲۲

وَكَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ  
تَعَالَى عَنْهُ يُصَلِّيُ  
فِي الْمَسْجِدِ الْمَدِينِيِّ  
فِي بَيْتِكَ صَلَّى قَالَ لَمْ  
ترجمہ: اور حضرت علی پانچوں وقت کی نماز مسجد نبوی میں ادا کرتے تھے۔ پس جب حضرت علی نماز سے فارغ ہو جاتے تھے



اَبُو بَكْرٍ رَضِيَ عَنْهُ      حضرت ابو بکر اور حضرت عمر آپ  
 كَتَبَتْ بَيْتًا بِرَسُولِ      سے دختر رسول کا حال دریافت  
 اللّٰهِ اِنْ اَكَلَتْ      کرتے اور کہتے کہ اب خدائے رسول  
 کی دختر کا کیا حال ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت ابو بکر صدیق کے اقتداء  
 میں نماز پڑھنے کا بہت شوق فرماتے تھے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ حضرت  
 ابو بکر صدیق کو حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بذاتِ خود تمام مسلمانوں کا  
 امام بنایا۔

دیکھو درۃ نجفیہ ص ۲۲۵۔

اَمْسَدَ اَبَا بَكْرٍ اَنْ      ترجمہ: پس جبکہ آپ کی بیماری تیز  
 وَصِيَّتْ بَاثِلًا      ہو گئی تو ابو بکر کو حکم دیا کہ لوگوں کو  
 نماز پڑھائے۔

آنحضور کا امر بغیر امر خداوندی کے ممکن نہیں ہے۔ اس لئے ثابت  
 ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خداوند تعالیٰ کی جانب سے حکم پا کر  
 سیدنا ابو بکر صدیق کو تمام مسلمانوں کا امام بنایا۔ چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ  
 اپنی آنکھوں سے ان تمام حالات کو مشاہدہ کئے ہوئے تھے اس لئے جماعت  
 میں کہ نماز پڑھنے کا خوب شوق فرماتے تھے۔

علی اطہر شیعہ اپنے اس رسالہ ارسال الیدین کے

ترجمہ اہل تحقیق سنن ابوداؤد اور سنن  
 ابویصح ابن سکن میں ایک ایسی چیز دستیاب  
 ہوئی ہے جو آسر اور مامور کی تعین میں  
 بہت مفید ہے۔ پس عبداللہ بن مسعود  
 سے روایت کی گئی ہے انہوں نے کہا  
 کہ خدا کے رسول نے مجھے دیکھا وہ ایک  
 میں نے بائیں کو دائیں ہاتھ پر رکھا ہوا  
 تھاپس آنحضرت نے کھینچ لیا اور  
 میرے دائیں ہاتھ کو بائیں کے اوپر  
 رکھ دیا۔ اس حدیث کی سند  
 حسن ہے ۱۱

وَسَنَدُ رُوَيْفِ  
 سَنَنِ ابْنِ دَاوُدَ  
 وَاسْنَانِي وَصَحِيحِ ابْنِ السَّكَنِ  
 شَيْءٌ يَسْتَأْنِسُ بِهِ  
 عَلَى تَبَيُّنِ الْأَمْرِ وَالْمَسْأُورِ  
 كَرُوَيْفٍ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ  
 قَالَ دَاوَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَاوِئًا  
 يَدِي الْغُسْرَى عَلَى الْيَمْنَى فَتَزَعَا  
 دَوَّضَ الْيَمْنَى عَلَى الْيُسْرَى وَ  
 اسْنَادٌ حَسَنٌ - فتح الباري جلد ۵ ص ۵۲

گر ہائے افسوس کہ اس استیاس نے اور وحشت پیدا کر دی کیونکہ  
 یہ حدیث حسن ہے اور وہ حدیث صحیح ہے تو حدیث صحیح کی وحشت  
 حدیث سے کیسے دور ہو سکتی ہے۔ حسن بمقابلہ صحیح کوئی چیز ہی نہیں دوسرا  
 یہ واقعہ ابن مسعود سے خاص واقعہ سے عام حدیث کی وحشت دور نہیں  
 ہو سکتی تیسرا اس حدیث میں ابن مسعود کی سخت ابہام ہے کیونکہ اس میں  
 ذکر قیام ہے نہ ذکر قعود ہے اور نہ ہی ذکر صلوٰۃ ہے بس ایسی مبہم حدیث  
 سے بخاری کی اس صحیح حدیث کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ جو خاص نماز کے  
 بارے میں ہے۔

اللہ یار خان سنی :۔ مولوی علی اظہر صاحب کے اس  
اعتراض سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بخاری اور ابو داؤد کی روایت میں  
تعارض قائم کر دیا ہے۔ اور تعارض کی صورت میں حدیث حسن حدیث صحیح کا  
مقابلہ نہیں کر سکتی وغیرہ لیکن انہوں نے تو اس بات کا ہے کہ ان دونوں  
حدیثوں میں تعارض کا نام و نشان بھی نہیں ہے اور آپ مقابلہ مقابلہ بیکار سے  
جارہے ہیں۔ تعارض تو جب تصور کیا جائے کہ ان دونوں حدیثوں کے مفہوم  
آپس میں جمع نہ ہو سکیں۔ امید نہیں ہے کہ کوئی عقلمند آدمی سہل بن سعد کی حدیث  
میں اور عبداللہ بن مسعود کی حدیث میں نظر رکھ لینے کے بعد تعارض کا لفظ  
زبان سے نکال سکے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ سہل بن سعد کی روایت میں جس کو امام  
بخاری نے روایت کیا ہے ابو حازم کے اظہار سے پہلے حکم دینے والے  
کے نام کی تعیین نہ تھی اور عبداللہ بن مسعود کی وہ روایت جس کو ابو داؤد نے  
روایت کیا ہے۔ حکم دینے والے کی تعیین کرتی ہے حافظ ابن حجر عسقلانی بھی  
ابو داؤد کی حدیث کو بخاری کی حدیث کی شرح کرنے کے لئے پیش کر رہے  
ہیں۔ اور ابو حازم کی توضیح کے بعد تو امام بخاری کی روایت بھی صاف  
مرفوع بن گئی ہے۔ پس اگرچہ حافظ صاحب کے نزدیک ابو داؤد کی حدیث  
حسن ہے مگر شرح کرنے کے لئے تو کافی ثانی ہے اسی طرح دونوں حدیثیں  
نماز کے بارے میں ہیں اور قیام کے علاوہ جو نماز کی حالتیں ہیں ان میں  
تو دست بستہ نماز پڑھنے یا کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں  
ہوتا جیسا کہ ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں اس لئے ابہام کی کہانی بھی علی اظہر صحتاً۔

کی اپنی ہی زبان ہے جس کے نیچے کوئی حقیقت نظر نہیں آتی۔

علی اظہر شمس علی اربال الیدین مثلاً یہاں پر معمولی عقل کا آدمی بھی کہہ دے گا۔ کہ جس طرح بخاری نے وضعی حدیث لکھ کر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا ثابت کیا ہے اسی طرح بخاری کے بعد میں آنے والے محدثین نے اس مضمون کی حدیثیں از خود تیار کر لیں تاکہ بخاری کی حدیث پر پردہ ڈال دیا جائے اور اس کا وضعی ہونا ظاہر نہ ہو سکے۔

اللہ یا رخاں سنی ہو کوئی عقل مند آدمی تو بخاری کی اس حدیث کو وضعی کہہ نہیں سکتا کیونکہ دست بستہ عبادت کمال تعظیم پر دلالت کرتی ہے کھلے ہاتھوں نماز پڑھنا تو عاقل کے نزدیک تعظیم کا نشان نہیں ہے کیونکہ یہ تو آدمی کی عادت ہے کہ ہر وقت ہاتھ کھلے ہوئے ہوتے ہیں چاہے بیٹھا ہو چاہے کھڑا ہو۔ چاہے لیٹا ہو چاہے سویا ہو ہاتھوں کی یہ حالت تو عادت ہے۔ اس لئے اس کو تعظیم کا نشان قرار دینا کسی عاقل بصیر کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ ہاں واقعی دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھ دینا عادت کے خلاف ہے اور نشان تعظیم ہے۔ خدا جانے جناب علی اظہر صاحب عقل کس چیز کا نام رکھے ہوئے ہیں جس حدیث کو امام بخاری نے حضرت اہل بن سعد سے روایت کیا ہے۔ عقل کے زور سے تو اس کو موضوع قرار نہیں دیا جاسکتا ہاں اگر مصنف رسالہ ارسال الیدین کسی اور طریقے سے اس حدیث کا موضوع ہونا ثابت کر دیتے تو قابل تحقیق ہوتا۔

علی اظہر شمس علی اربال الیدین کے صفحہ پر لکھتے ہیں

قَالَ الْبُحَارِيُّ لَا أَتْلَعُهُ إِلَّا لِأَيُّسَى ذَا الْكَلْبِ  
 ۱۔ شجرت میں لفظ یسعی بصیغہ مجہول ہو تو مسعیوں ہوگا  
 ابو حازم کہتا ہے کہ میں تو یہی جانتا ہوں کہ اس حکم کی آنحضور کی طرف نسبت کی جاتی  
 ہے۔ اس صورت میں نسبت کرنے والے کا نام مذکور نہ ہوگا اور حدیث مرسل ہو  
 گی۔ جو قابلِ محبت نہیں ہے۔

اللہ یارسنی ہر حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب فتح الباری شرح صحیح  
 بخاری جلد دوم ص ۱۵۴ پر نہایت تحقیقی اور وضاحت سے لکھا ہے کہ  
 معروف ہے بصیغہ مجہول نہیں ہے اس لئے علی اظہر صاحب کا  
 اس فعل مضارع کو بصیغہ مجہول بنا کر اس پر عمارت کھڑی کر دینا چشم پوشی  
 کی ایک بڑی مثال ہے نیز آپ کا ارشاد کہ حدیث مرسل محبت نہیں ہوتی  
 یہ بھی سراسر غلط ہے۔ آپ جن کو الزام دے رہے ہیں حدیث مرسل ان کے  
 یہاں محبت ہے جیسا کہ کتب اصول میں موجود ہے۔

قَالَ بَعْضُ الْأُسْتَاذِ الْمُتَدَبِّتِ الْمُرْسَلُ صَحِيحٌ يَخْرُجُ بِهِ  
 وَهُوَ ذَا هَبْ يَكُ حَنِيفَةً وَمَا أَبَى وَآخَرُ رَحِمَهُمُ اللَّهُ أَذَانِ .

بعض ائمہ کہتے ہیں کہ حدیث مرسل صحیح ہے قابلِ محبت ہے اور یہ مذہب  
 ہے ابو حنیفہ کا اور مالک کا اور احمد کا خدا ان پر رحمت کرے۔

دیکھو مقدمہ فتح الملہم شرح صحیح مسلم ص ۱۳۷ کے بعد علی اظہر  
 صاحب نے علامہ عینی شارح صحیح بخاری سے وہ احادیث نقل کی  
 ہیں جن سے وضع الیمین علی الیسار فی المسئلۃ ثابت ہوتا ہے اور

پھر راویوں پر جرح کی ہے اس لئے ہم پہلے علامہ عینی کی کتاب سے پوری عبارت نقل کرتے ہیں پھر جرح کا جواب دیں گے۔ عینی شرح صحیح بخاری جلد سوم ص ۱۷۱

وَمِنْ جَسَدَةٍ مَا اخْتَبَعْنَا  
فِي الْوَضْعِ حَقِيقَتُ نَوَافٍ مِنْ مَاجِه  
مِنْ حَدِيثِ الْأَخْوَصِ عَنْ  
مَالِكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ قَبِيصَةَ  
بْنِ الْمُهَلَّبِ عَنْ أَبِيهِمْ  
قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْمِنُ  
فِي حَنْدِ شَمَالِهِ  
بِإِيمَانِهِ -

(ترجمہ) وہ حدیثیں جن سے ہم دست  
بستر نماز پڑھنے پر استدلال کرتے  
ہیں ان میں سے ایک حدیث وہ  
ہے۔ جس کو ابی ماجہ نے اپنی کتاب  
میں اوص سے روایت کیا ہے اور  
اس نے سماک بن حرب سے اور اس  
نے قبیسہ ابن مہلب سے اور اس  
نے اپنے باپ سے وہ کہتا تھا کہ خدا  
کے رسولؐ ہمارے امام ہوتے تھے  
تو بائیں ہاتھ کو اپنے دائیں ہاتھ سے  
پکڑ لیتے تھے۔

الْثَّانِي مَا أَخُوَحَهُ  
مُسْلِمٌ فِي حَوَاجِهِمْ عَنْ  
وَأَسِيلِ بْنِ حُجْرٍ أَنَّ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ رَجَعَ يَدَهُ يَمِينَهُ  
وَنِيْمَهُ شَمْلًا وَفَعَلَ  
لَقَبَهُ الْيُسُفَى عَلَى الْيُسُفَى

دوسری حدیث وہ ہے جس کو  
مسلم نے اپنی صحیح میں وائل بن حجر  
روایت کیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ  
علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھائے  
یہ طویل حدیث ہے اس میں ہے  
پھر آپ نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ

پر رکھ دیا اور نماز پڑھی۔

الثَّلَاثُ مَا أَخَذَهُ  
الْيَوْمَ دُودَ وَالنَّسَاءُ وَ  
كَانَ مَآجِهَ مِنْ حَدِيثِ  
الْحَبَّاجِ بْنِ أَبِي ذَيْبِ  
قَالَ سَمِعْتُ أَبَانَ ابْنَ  
مُهَنَّكَ يَكُونُ عَنْ  
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْقُودٍ  
أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ قَوْمَهُ  
بَعْدَهُ الْبُيُوتِ عَلَى الْيَمَنِ  
قَالَ أَلَيْسَ صَلَّيَّ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَوْمَهُ بَعْدَهُ الْيَمَنِ عَلَى الْيَمَنِ  
الْأَرْبَعُ عَنْ أَبِي عَبَّاسٍ  
عَنِ السَّيِّدِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا مَعَاشِرُ  
الْأَنْبِيَاءِ أُمُودُنَا بَانَ تَمْسِكُ  
بِأَيْمَانِنَا عَلَى سَهْلِنَا فِي الصَّلَاةِ وَ  
فِي أَسْنَادِهِ طَلْحَةُ بْنُ عَمْرِو بْنِ  
وَعَنِ ابْنِ مَعِينٍ لَيْسَ بِشَيْءٍ

ترجمہ تیسری حدیث وہ ہے جس  
کو ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ  
نے حجاج بن ابی زئیب سے روایت  
کیا ہے۔ وہ کتاب ہے کہ میں نے ابان  
بن عثمان سے سنا وہ عبد اللہ بن  
مسعود سے حدیث بیان کرتے ہیں  
کہ عبد اللہ نماز پڑھ رہے تھے پس  
بائیں ہاتھ کو دائیں کے اوپر رکھ دیا  
اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
دیکھ لیا پس عبد اللہ کے دائیں ہاتھ  
کو پکڑ کر بائیں کے اوپر رکھ دیا۔

چوتھی حدیث وہ ہے جو عبد اللہ  
بن عباس سے روایت کی گئی ہے  
عبد اللہ بن عباس آنحضور سے روایت  
کرتے ہیں کہ فرمایا ہم پیغمبروں کی  
جماعت ایسے لوگ ہیں کہ ہمیں حکم  
دیا گیا ہے کہ دائیں ہاتھوں سے  
بائیں ہاتھوں کو نماز میں پکڑ لیں۔

اس حدیث کی سند میں طلحہ بن عئیر ہے  
جو مترک ہے ابن معین نے اس  
کے حق میں فرمایا کہ وہ کوئی چیز نہیں  
ہے۔

پانچویں حدیث یہ ہے جس کو  
دارقطنی نے حضرت ابو ہریرہ سے  
مرفوع روایت کیا ہے یہ حدیث  
بالکل حضرت عبداللہ بن عباس کی  
حدیث کی طرح ہے اس کی سند بھی  
نضر بن اسماعیل ہے ابن معین ان  
کے حق میں کہتے ہیں کہ یہ کوئی چیز نہیں  
ہے۔

چھٹی حدیث وہ ہے جو فتح البلیغ  
کے مقدمہ میں ص ۴۹ پر مذکور ہے  
جہاں مصنف نے صحابہ کے قول  
مِنَ الشُّعْبَةِ کی مثال میں حضرت  
علیؑ کا قول جِئْتُ الشُّعْبَةَ وَصَحَّ  
الْكَفَرُ فِي الْمَلُوءِ تَحْتَ  
الشُّعْبَةِ - ذکر کر کے فرمایا ہے

أَمَّا مَا أَخَذَ بِهِ  
السَّادِرُ كَقَوْلِهِ مَنْ أَهَبَ  
هُوَ يَذْهَبُ مَرْتُومًا مَحْضًا  
حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَابْنُ  
أَسَاوِدَ ۖ السَّيِّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ  
وَالْأَبُو مُعِينٌ لَيْسَ  
بِشَيْءٍ -

السَّادِسُ فِي مُقْتَضَا  
فَتَحِ الْمَلِكِمْ مَ مَّوَلِ  
الْقُعَابِ بِنِ الشُّعْبَةِ  
كَذَا كَقَوْلِ عَلِيٍّ  
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ  
وَصَحَّ الْكُفَرُ عَلَى الْكُفَرِ  
فِي الْمَلُوءِ بَحْتِ الشُّعْبَةِ



کہ ظاہر باہر ہے کہ یہ حدیث مرفوع  
ہے اور یہی اکثر محدثین کا قول ہونے  
کی صورت میں اسی طریقہ انتقال  
کرتا ہے اس لئے کہ،  
نبی کی سنت اصل ہے اور کسی  
دوسرے کی سنت تابع ہے۔

ساتویں حدیث وہ ہے جس کو  
ابن ابی شیبہ نے وکیع سے اور اس  
نے موٹے بن عمر سے اور اس نے  
علقمہ بن وائل اور اس نے اپنے  
باپ وائل بن حجر سے روایت کیا ہے  
کیا میں نے خدا کے رسول کو دیکھا  
آپ نمازیں دایاں ہاتھ بائیں  
ہاتھ پر ثبات کے نیچے رکھے ہوئے  
تھے۔ اور اس حدیث کی سند بڑی  
عالی شان ہے۔ اس کے سارے  
راوی با اعتبار ہیں وکیع جو ہے وہ  
علم کے پہاڑوں میں سے ایک ہے  
اور موٹے کو ابو حاتم نے ثقہ کہا ہے

ظَاهِرٌ فِي الدَّفْعِ وَهُوَ كَقَوْلِ  
الْأَكْبَرِ إِذَا هُوَ الْمُبَادِرُ  
إِلَى الدِّهْنِ مِنْهُ الْوَلَدَانِ  
بِهِمَا مَنَّةُ الشَّيْءِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْلٌ وَسَنَةٌ  
عِنْدَهُ تَمَّعَ

السَّارِعُ - مَا أَخْرَجَهُ  
أَبُو أَبِي شَيْبَةَ عَنْ  
وَكَيْعٍ عَنْ مُوسَى بْنِ هُمَيْرٍ  
عَنْ مَأْمُودِ بْنِ وَائِلٍ ابْنِ حَجْرٍ  
عَنْ أَبِيهِ - قَتَالِ رَأَيْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ ذُصِّعَ يَمِينُهُ  
عَلَى يَمَانِهِ فِي التَّحْلُوةِ  
بَحَثَ السُّوْجَةَ وَسَنَدٌ جَيِّدٌ  
وَرِوَايَةٌ كَثُرَتْ نَقَاتٌ  
ذِكْرُ أَحَدٍ الْإِسْلَامِ وَ  
دُفُوعُ وَثَقَّةُ الْبُخَارِيِّ  
وَأَحْسَنُ نَحْوَهُ الْبُخَارِيُّ

فِي رَفْعِ الْيَدَيْنِ وَ  
مُسْلِمٌ وَالْأَرْبَعَةُ  
وَقَفَّيْهِمْ ابْنُ حَبَّانٍ  
فَقَوْلُ مَا هَذَا بِحَدِيثٍ  
عَلَى كَرَمِ اللَّهِ تَعَالَى  
عَنْهُ -

اور اس کے لئے نسائی نے روایت  
کی ہے اور علقمہ جو ہے تو اس کے لئے  
بخاری نے رفع یدین میں حدیث  
ذکر کی ہے اور امام مسلم نے اور  
ان چاروں راویوں کو ابن حبان نے  
بھی ثقہ کہا ہے پس یہ حدیث حضرت  
علیؑ کی حدیث کے لئے شاہد ہے  
یعنی معاون ہے۔

یہ تمام تقریریں قاسم بن قطلوبغا  
کی کتاب نامی اختیار شرح میں  
مذکور ہے

اگر تو کہے کہ اس سند میں انقطاع  
ہے اس لئے کہ علقمہ کا اپنے باپ  
سے سماع ثابت نہیں ہے بلکہ یہ  
صاحب اپنے باپ کی موت کے  
چھ ماہ بعد پیدا ہوئے ہیں کہنا سوں کہ  
واقعی یہ بعض محدثین کا قول ہے لیکن  
صحیح یہ ہے کہ جو اپنے باپ کی موت  
کے بعد پیدا ہوا وہ علقمہ نہیں ہے

كَذَا فِي تَحْدِيثِ  
الْأَحَادِيثِ إِلَّا حُتَيْبًا  
شَرَعَ الْمُحْتَلِّينَ بِنِ تَطْلُوبِهَا  
فَإِنْ قُلْتَ إِنَّ فِيهِ  
اِنْقِطَاعًا فَإِنْ عُلِقَ  
لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ بَلْ  
وَلَيْسَ بَعْدَ مَوْتِ أَبِيهِ  
بِشَيْءٍ أَشْهُرُ قُلْتَ هَذَا قَوْلُ  
بَعْضِ الْمُحَدِّثِينَ وَالصَّحِيحُ  
أَنَّ الْمَوْلَى لَوْ بَعْدَ أَبِيهِ هُوَ  
أَخُوهُ حَبَّابُ الْجَبَّارِ دَامَا

عَلَّقَمَةُ فَقَدْ حَدَّثَ مَنْ  
أَمْسُو وَ سَبَّحَ مِنْهُ كَمَا  
لَوْ رُحِقَ عَلَى مَنْ طَالَخَ  
سُكَّنَ إِنْسَانِيَّةً وَ بَارِعَ  
الْبُؤْسِ بِذِيهَا هَكَذَا فِي  
النُّزُولِ الْحَبَازِمِ فِي سُقُوطِ  
الْحَدِيثِ يَنْكَاحُ الْمَعْلُومِ  
يَسْمُو كَذَا عُبْدُ الْحَيِّ

بلکہ علقمہ کا بھائی عبد الجبار ہے اور علقمہ  
نے تو اپنے باپ سے حدیث بیان  
کی ہے۔ اور ان کا سماع ثابت  
ہے جیسا کہ سنن نسائی اور جامع  
ترمذی کا مطالعہ کرنے والے پر ذرہ  
بھر بھی محض نہیں ہے یہ ساری تقریر  
مولانا عبدالحی کے رسالہ نامی القول  
الجبازم فی سقوط الحدیث کا حجاج المہارم  
میں درج ہے۔

علی انظر شیخی بہ طلحہ بن عمیر ضعیف ہے اس کو ابن معین نے ضعیف  
کہا ہے دوم نفر بن اسماعیل بھی ضعیف ہے اس کو بھی ابن معین نے ضعیف  
قرار دیا ہے سوم احوص اور سماک بن حرب بھی مجروح ہیں چہارم حجاج  
بن ابی ذئب سخت ضعیف ہے اس کو بھی ابن معین نے ضعیف کیا ہے  
نیز جب آکھنوز چادر اوڑھے ہوئے ہوتے تھے اور آپ کے دونوں ہاتھ  
چادر میں لپٹے ہوئے ہوتے تھے تو لوگوں کو آپ کے ہاتھوں کی کیفیت کس  
طرح معلوم ہو سکتی تھی پس یہ حدیثیں سند کے لحاظ سے بھی کمزور ہیں قابل  
حجت نہیں ہیں اور عادت کے بھی خلاف ہیں اس لئے ساقط عن الاعتبار  
ہیں۔

اللہ یار خان سنی : ابن معین نے جن راویوں کو ضعیف کہا ہے

دوسرے محققین علمائے رجال نے ان کی توثیق کر دی ہے باقی رہا تعدیل پر جرح کے  
مقدم ہونے کے مسئلہ تو عموماً شیعہ علماء اس میں افراط اور تفریط سے کام لیتے ہیں۔  
حقیقت یہ ہے کہ جرح راوی دو قسم ہے ایک جرح مجمل اور دوسری جرح مفصل  
جرح مفصل وہ جرح ہے جس میں ضعف کی وجہ بیان کی جائے اور اگر ایسا نہ  
ہو تو وہ جرح مجمل ہے۔ پس یہ جو مشورہ ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے اس سے  
مراد وہ جرح ہوتی ہے جو مفصل ہو جرح مجمل کو تو کوئی اہل علم تعدیل پر مقدم نہیں دیکھتا  
دیکھو مقدمہ فتح الحلیم ص ۶۱

یہ تحقیق محدثین نے کہا ہے کہ جرح  
قَالَ قَالُوا لَا يُقْبَلُ الْحُجُجُ  
إِلَّا مُفَصَّلًا يُبَيِّنُ مِنْ يَدِّكَ  
أَنَّهُ لَا يَكْفِي فِي ذَٰلِكَ  
قَوْلُ ابْنِ مَعِينٍ مَثَلًا  
هُوَ ضَعِيفٌ مِنْ غَيْرِ بَيَانٍ  
سَبَبِ ضَعْفِهِ -

جب تک واضح گات نہ ہو۔ قابل  
قبول نہیں ہوتی ان کا مطلب یہ  
ہے کہ ابن معین کسی راوی کو ضعیف  
کہہ دی تو یہ بیانات کافی نہیں بلکہ ضعف  
کا سبب بیان کرنا ضروری ہے۔

(نوٹ) کس صفائی سے جرح کا معیار قبول اور عدم قبول بیان فرمایا  
ہے۔ اگر کوئی ناقد رجال صرف ضعف کا فتوے لگا دے تو کفایت نہیں  
کرتا۔ جب تک خاص طور پر راوی کے ضعف ہونے کی وجہ بیان نہیں کی  
جائے گی۔ تب تک صرف ضعف کا فتویٰ ثقافت کے فتوے کو رد نہیں  
کر سکتا کیونکہ وہ ضعف کی توضیح کے بعد ہی پتہ چل سکتا ہے کہ آیا یہ چیز ضعف  
کی وجہ بن سکتی ہے یا نہ؟ بہت ممکن ہے کہ ایک ناقد رجال کے نزدیک جو

ضعف کی وجہ ہے وہ دوسرے کے نزدیک وجہ ضعف قرار نہ پائے اس لئے  
وجہ ضعف کی تشخیص نہایت ضروری ہے اسی نکتے کو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ  
تعالیٰ نے اپنی کتاب ملہاج السنۃ میں یوں بیان فرمایا ہے ۔

وَ كَانَ الضَّعِيفُ فِي  
اَصْلَاحٍ مِّنْ قَبْلِ التَّوْبَةِ  
اِمَّا ضَعِيفٌ وَ اِمَّا ضَعِيفٌ  
وَ الضَّعِيفُ لَوْ مَانَ مَتَّوْبٌ  
رَّضِيعٌ لَّيْنٍ يَمُوتُ ذَكًّ

امام ترمذی سے پہلے حدیث دُر  
قسم پر ہوتی تھی ایک صحیح اور دوسری  
ضعیف اور ضعیف دو قسم تھی ۔  
ایک وہ جو قابل عمل تھی اور  
دوسری وہ جو قابل عمل نہ تھی ۔

نوٹ : امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس اظہار سے واضح ہو گیا کہ صرف لفظ ضعف  
دیکھ کر حدیث کے مردود ہونے کا یقین کر لینا اصل حقیقت سے ناواقف  
ہونے کی بڑی زبردست دلیل ہے ۔

## ایک نکتہ

محدثین کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس ضعیف حدیث کو تمام امت  
نے قبول کر لیا ہے اور بلا انکار سب لوگ اس پر عمل پیرا ہو گئے ہیں تو وہ متواتر  
کے قریب ہو جاتی ہے دیکھو مقدمہ نتج الملہم ۔

وَ كَذَا إِذَا تَلَقَّيْتُ  
الْأَمَّةَ بِالْقُبُولِ يَعْمَلُ بِهِ  
حَتَّى أَنَّهُ يُنْزِلُ بِمَنْزِلَةِ الْمُتَوَاتَرِ

اور اسی طرح جس ضعیف حدیث کو تمام  
امت نے قبول کر لیا ہو اس پر عمل کیا  
جائے گا ۔

صحیح بات یہی ہے یہاں تک کہ اس کو  
متواتر کی جگہ اتارا جاتا ہے۔

(نوٹ) جب کوئی ضعیف سے ضعیف حدیث بھی رسول خدا صلی اللہ  
علیہ وسلم سے کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کے بارے دستياب نہیں ہوتی اور کیفیت  
نماز میں انکسور سے دست بستہ نماز پڑھنے کی احادیث بکثرت موجود ہیں  
بعض ان میں قوی ہیں تو بعض ان میں ضعیفی ہیں، اور بعض ان میں تقریری ہیں  
مرفوعہ بھی ہیں اور موقوف بھی ہیں۔ صحیح بھی ہیں تو حسن بھی ہیں۔ پس دست بستہ  
نماز پڑھنے کی ضعیف احادیث کو بھی کیوں نہ متواتر کے درجے میں تسلیم کر لیا جائے  
درانی لیکہ تمام امت کے عمل کی بھاری تائید بھی ان کو حاصل ہے۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ شیعہ حضرات میں بھی عورتیں کھلے ہاتھوں نماز  
نہیں پڑھتیں۔ اور سال الیدین کا مسئلہ خاص مردوں کے لئے ہے۔ عورتیں اس  
حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ اور شیعہ مرد بھی آج کل کھلے ہاتھوں نماز پڑھتے ہیں اگلے  
زمانے میں شیعہ مرد بھی دست بستہ نماز پڑھتے تھے۔ کیونکہ حسب عقیدہ شیعہ  
اگلے زمانے کے لوگ تقیہ نہیں وقت گزارتے تھے یہی وجہ ہے کہ بارہ اماموں میں  
سے کسی امام نے حالات ائمہ کرام اور ان کے تلامذہ عظام سب کے سب  
پابند تقیہ تھے تو پھر وہ کھلے ہاتھوں نماز کیسے پڑھ سکتے تھے ثبات ہو گیا کہ  
بارہ امام دست بستہ نماز پڑھتے تھے پس ہمارا دعوے کہ تمام امت دست  
بستہ نماز پڑھتی تھی۔ رد و روشن کی طرح واضح ہو گیا یہ بھاری تعامل ہے  
جو ضعیف سے ضعیف حدیث کو بھی متواتر کے درجے تک پہنچا سکتا ہے اور

حدیث متواتر میں اسناد کے رجال سے بحث نہیں کی جاتی۔

مصنف ارسال الیدین نے مذکورہ بالا اسات احادیث میں سے بعض کی سند پر اعتراض کیا ہے۔ مگر بعض تو ان میں ایسی مضبوط ہیں کہ ان کی سند کے راویوں پر اعتراض کرنا جوئے شیر لانے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف کی وہ حدیث جو کہ سیل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نیز وائل بن حجر کی حدیث بھی نہایت مضبوط ہے جس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے اس کے راویوں پر تو کسی کو اعتراض نہیں ہے۔ اگر ناظرین الفاروق دست بستہ نماز پڑھنے کی تمام احادیث کو یک جا دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو الفاروق بابت ۱۵ جون ۱۹۵۱ء ویکم جولائی ۱۹۵۴ء کا مطالعہ کریں۔ ان دونوں شماروں میں الفاروق کے دست بستہ نماز پڑھنے پر بارہ احادیث پیش کی گئی ہیں اور شیعہ استدلالات کے جوابات نہایت اطمینان بخش طریقے سے بیان کئے گئے ہیں دفتر الفاروق چوکیرہ اور دفتر الفاروق کچہری بازار سرگودھا سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔

(نوٹ)

جناب علی انظر صاحب کھنوی کے ارسال الیدین کا جواب بفضلہ تعالیٰ مکمل ہو چکا ہے۔ اختتام رسالہ پر آپ نے حسب دستور شیعہ کی کچھ بے نائدہ باتیں ذکر کی ہیں۔

اگر انہیں خرافات سے تعبیر کیا جائے تو موزوں ہوگا۔ امام ابوحنیفہ پر ناجائز جملے کئے ہیں ان کے جوابات کچھ مناسب معلوم نہیں ہوئے

کیونکہ آدمی کو کچھ نہ کچھ تو دائرہ تمیز میں رہنا چاہیے۔ علی انظر صاحبہ  
کے قواعد حاصل ہی ایسے ہیں جو آپ کو اس قسم کی تحریرات کی اجازت  
دیتے ہیں مگر ہمارے اصول ہمیں اس قسم کی تحریر کی اجازت نہیں دیتے  
اس لئے خرافات کے جوابات سے کنارہ کشی اختیار کی گئی ہے۔

مولوی سعدی مرحوم کے ایک شعر پر الجہال والکمال بوضع الیمین  
علی الشمال فی حضرة ذی البلال کو ختم کرتا ہوں۔

سے گر نیاید بگوش رغبت کس

بر رسولان بلاغ باشد و بس



# امام مالک کا مذہب

کچھ لوگوں نے دانستہ اور بعض نے نادانستہ اس بات کو شہرت دینے میں بڑی مستعدی کا اظہار کیا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب کھول کر نماز پڑھنا تھا۔ حالانکہ یہ افولہ تحقیق کے باطل خلاف ہے۔ فقہ مالکی کی مشہور اور مستند کتاب مدونۃ الکبریٰ میں امام صاحب کے مذہب کی وضاحت موجود ہے۔ چنانچہ مدونہ ج ۱ صفحہ ۱۴۷ پر مذکور ہے :-

عن ابن وهب عن	حضرت وہب حضرت سفیان ثوری
صفیان الشافعی عن عیاد احد	اور وہ متعدد صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی کریم کو نماز پڑھتے دیکھا کہ آپ اپنا رایاں ہاتھ بایں ہاتھ رکھ کر نماز پڑھتے تھے۔
عن اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم انهم راوا رسول الله رسول الله صلى الله عليه وسلم واضعاً يده اليمنى على يده اليسرى في الصلوة	

یہ حدیث نقلی ہے۔ جس سے فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فعل صحابہ رضی اللہ عنہم کا وہ ہاتھ ہاتھ کر نماز پڑھتے تھے۔

اس باب کا عنوان ہے الاعتناء فی الصلوة والا تکاء ووضع اليد علی البدن یعنی اس باب میں دامن پرکشت کی گئی ہے۔ اول قیام کے لئے اٹھنے پر سہارا لینا۔ دوم ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا۔ جس سے ظاہر ہے کہ اعتناء یعنی سہارا لے کر اٹھنا اور چیز ہے اور دائیں ہاتھ کو بایں ہاتھ پر رکھنا اور چیز ہے۔ اس کی شرح میں اسی مسئلہ پر درج ہے۔

دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کے متعلق  
علامہ اشعرب کہتے ہیں کہ یہ فرض اور  
نفل دونوں میں حدیثِ رسول کے مطابق  
صحیح ہے اور بندہ فریض کی اپنے رب  
جلیل کے سامنے کھڑے ہونے کی  
مہی حالت ہوئی چاہتے ۔

قَوْلُهُ فَمِنْ أَيْمَانِهِ عَلَى الْيَسَارِ  
وَقَالَ اشْعَبُ إِنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ  
فِي الْفَرِيضَةِ وَالْعَاقِلَةِ وَالْمُحْتَشِدِ  
وَلَا نَهَا وَفَقَّهٌ لِلْعَبْدِ الْإِنْسَانِ  
لِمَوْلَاهُ جَلِيلٌ ۔

کسی حاکم کے سامنے اکڑا کر کھڑا ہونا جب کھڑکی دلیل ہے تو احکم الحاکمین  
کے سامنے ایسا کھڑا ہونا عاجزی کی دلیل کیسے بن جلتے گا۔  
فقہاء نے تو ہاتھ کھول کر کھڑا ہونے کی ہدایت کو نماز کی ہیئت میں  
ظہار ہی نہیں کیا۔ احسان کے نزدیک ہاتھ کھل کر کھڑا ہونا عملِ کثیر میں داخل ہے  
عملِ کثیر کی تعریف یہ ہے کہ ایسا عمل جسے باہر سے کوئی دیکھے تو یہ سمجھے کہ یہ نماز نہیں  
پڑھ رہا ہے۔ ہاتھ کھولے رکھنا تو عام عادت ہے بھلا وہ نماز کی ہیئت مشہور  
ہو سکتی ہے ؟

## چند آیات قرآنی سے استدلال

ایک شیعہ عالم نے ایک دفعہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کی دلیل میں یہ آیت  
پیش کی ۔

مَنْفَعٍ مَرَّةً وَرَدَّ مَنَافِعَ عَوْرَتَيْهِ وَاحِدٌ  
مِنْ بَرَاءٍ لَا حُكْمَ كَرْتِے اور نیکی سے روکتے  
ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے

أَلَمْ نَجْعَلِ لَكَ آيَاتٍ بَعَثْنَا مِنْهُمُ  
مِنْ بَعْضٍ يَا مَعْزُوتَ بِالْمُنْكَرِ  
وَيُنْكَرُونَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبَعُونَ

اُنْیَدِبْہُمْ۔

ہاخذ روکتے ہیں۔

فرمایا دیکھو آیت سے ظاہر ہے کہ منافق ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے تھے۔ اس وجہ سے شیعوں نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں کہ منافقوں سے مشابہت نہ ہو۔  
الجواب: (۱) آیت میں نماز کا تو کہیں ذکر نہیں۔ آپ نے قرآن میں اضافہ کیا۔ اور قرآن میں کمی بیشی کرنے والا مسلمان نہیں ہو سکتا۔

(۲) آیت سے مراد یہ ہے کہ منافق لوگ راہ خدا میں شریعت کرنے سے ہاتھ روکتے ہیں، اس کی دلیل خود آیت میں موجود ہے کہ منافق نیکی کے کاموں سے روکتے ہیں۔ اور نماز تو اعلیٰ درجے کی نیکی اور عبادت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خبر دیتے ہیں کہ منافق نیکی سے روکتے ہیں تو نماز جو اعلیٰ درجے کی نیکی ہے اس سے نہ روکتے ہیں نہ رکھتے ہیں۔ بلکہ خود پڑھتے ہیں۔ البتہ خفیہ طور پر لوگوں کی اس سے بھی روکتے تھے۔

(۳) خدا یہ تو سچے کر منافق ہونا کوں ہے؟ وہی جو اندر سے کافر اور باہرین دشمن اسلام ہوتا ہے۔ مگر اس دشمنی کو چھپانے کے لئے مسلمانوں میں سے بچھڑے رہتے تھے اور مسلمانوں جیسے کام کرتے تھے تاکہ پہچان نہ ہو سکے۔ مسلمانوں کی سب سے بڑی علامت نماز ہی تو تھی۔ اگر وہ نماز نہ پڑھتے تو ان کا اتفاق کیسے چھپ سکتا تھا؟ اس لئے وہ اپنا خبیث باطن چھپانے کے لئے مسلمانوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں جیسی ہی نماز پڑھتے تھے۔ لہذا انہیں باندھ کر ہی نماز پڑھنی ہوتی تھی کیونکہ مسلمانوں کی نماز کی ہیئت یہی تھی۔ اور یہی ہے اور یہی رہے گی۔

اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی اس نماز کی حقیقت بھی واضح کر دی۔

وَمَا يَسْتَوِ الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرَ ۚ أَلَمْ يَسْتَوِ يَٰٓأَعْمَىٰ ۖ

قاموا بحکامیہ اذات  
اقتاس -  
اُٹھتے ہیں اور وہ بھی صرف لوگوں کو  
دکھانے کے لئے آتے ہیں ۔

اور ولا یأتون المکذوبۃ الا وهم کمان

ظاہر ہے کہ لوگوں کو دکھانے کے لئے وہی نماز پڑھتے تھے جیسے مسلمان پڑھتے  
تھے ۔ یعنی ہاتھ باندھ کر پڑھتے تھے ۔ یہ دیکھتا ہے منافقوں کا اصل مذہب  
ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا ہو مگر مسلمانوں کے ساتھ جب پڑھتے تو تعجب کر کے  
ہاتھ باندھ کر ہی پڑھتے تھے ۔

(۳) مولوی صاحب ! جب ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا فعل منافقین ہے تو کیشور  
عورتیں ساری منافق ہوتی ہیں ؟ وہ کیوں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتی ہیں ؟ پھر ان  
منافقوں کی طرح ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے والی شیعہ عورتوں کی اولاد کس دمرے  
میں داخل ہوتی ؟

آیت مذ  
الیهود سید اللہ معلولولہ  
فلتاید میہم ولعنوا  
بما فاعلوا  
یہود نے کہا کہ اللہ کے ہاتھ باندھے ہوئے  
ہیں (خرچ کر نیسے) مگر اصل یہ ہے کہ یہود کے  
ہاتھ مارو خدا میں خرچ کر نیسے ہاتھ ملے ہوئے  
ہیں ۔ اللہ کے متعلق ان کے یہ کہنے کی لعنت  
کی گئی ۔

شہید مولانا بشیر نے کہا دیکھو ہاتھ باندھنا یہودیوں کا فعل ہے ۔

الجواب :- (۱) آپ کے سوال کا جواب تو آیت کے اس اگلے جملے میں جو آپ پڑھنے کی جرات  
نہ کر سکے وہ جملہ ہے ۔

بیل سیداء مہبوطتان  
ینفق کیف یشام  
یعنی اللہ تعالیٰ کے دست قدرت کشادہ  
ہیں جیسے چاہتا ہے مخلوق پر نہ خرچ کر لے

یعنی مخلوق کو رزق دینے آئے ہونے میں اس کا دستِ کرم آنکشاہ ہے کہ مخلوق کی ہر فرج اور ہر فروع کا ہر فرد اس کے خزانِ کرم سے روزی حاصل کر رہا ہے۔ بھلا یہاں ہاتھ باندھ کر ناز پڑھنے اور کھولنے کی کیا تنگ ہے ؟

(۲) اگر اللہ تعالیٰ ہاتھ کھل کر ناز پڑھتا ہے (معاذ اللہ) تو اس کا معبود کون ہے ؟ اور کیا اللہ تعالیٰ مخلوق ہے جو خالق کی عبادت کا محتاج ہے ؟

(۳) سنی حضرات ! ورنہ تو بتاؤ کہ تم گردن کے گرد ہاتھ باندھ کر ناز پڑھتے ہو پھر مولیٰ خدا یہی کہہ رہے ہیں ۔

مولیٰ صاحب ! میں نے کب کہا ہے ؟

الجواب : مولیٰ صاحب غلّ کے معنی کیا ہیں ۔

کبھی مکان کو دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے وہ دیکھتے ۔ ولا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیہ ۔

یعنی میرے سوک کر ہاتھوں کو گردن پر نہ باندھ لو وہی طرح استندنا الکھنوزین سلسلہ داخلہ لا ۔ ہم نے کافروں کے لئے زنجیریں اور طوق تیار کر رکھے ہیں ۔ اور طوق گردن کے گرد ہی ہوتا ہے ۔

(۴) ہاتھ باندھ کر ناز پڑھنا بقول آپ کے یہودیوں کی سرکش ہے اور یہودی ملعون ہیں تو کیا خیال ہے آپ کا شیوہ عورتوں کے شطوط ؟ اپنی زبان سے ان کے حق میں بھی یہی دونوں لفظ فرما دیتے ۔ آیت ۷۲

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ زمین و آسمان کی تمام

الدرتان اللہ یسیح لہ من

مخلوق اس کی تسبیحیں کہتی ہے ۔ اور پھر

فی السموات والارض والاطین صافات

ہر دم کو کھولے آ رہے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ

کل قد علم صلوٰۃ

ہر چیز کی تسبیح اور ناز کو جانتا ہے ۔

وتسبیح من

شیوہ مولیٰ فیض محمد صاحب ریل گاڑی میں بیٹھے لوگوں کو تبلیغ کر رہے تھے

کہ دیکھوں یہ فطری طریقہ ہے جو پرندوں نے اختیار کر رکھا ہے، انسانوں کو بھی چاہیے کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھا کریں۔

الجواب ۱۔ میں بھی اسی کرے میں بیٹھا تھا ابو جہا مولوی صاحب! پرندے تو حیوان ہیں۔ ایک تو یہ معلوم ہوا کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا انسانوں کا نہیں بلکہ حیوانوں کا کام ہے۔ دوسرا یہ کہ مسلمان رسول کریمؐ کے تابع ہیں یا حیوانوں کے مقلد ہیں۔

۲۔ مولوی صاحب! نماز کئے لئے وضو شرط ہے اگر انسان کو نماز پڑھنے کا طریقہ پرندوں ہی سے سیکھنا ہے تو وضو کا طریقہ بھی انہی سے سیکھنا پڑے گا۔ ذرا پرندوں کو وضو کرنے کے سلسلے میں بھی کوئی آیت تلاوت فرمادیں۔

۳۔ اگر پرندوں کی ہی نقل کرنی ہے تو پوری نقل کریں وہ تو اپنی پروں کو دائیں بائیں پھیلا کے اڑتے ہیں۔ آپ بھی بازو لٹکا کے نہیں، بلکہ دائیں بائیں پھیلا کے نماز پڑھا کریں۔ پھر وہ پروں کو اوپر نیچے حرکت دیتے ہیں آپ ہی اسی طرح کیا کریں۔

پھر پرندے اڑتے اڑتے بیٹ بھی کرتے، ہتھ ہیں، آپ بھی نماز پڑھتے پڑھتے ہتھ مٹاتے کا فعل کر کے پرندوں کی پوری نقل کیا کریں۔

۴۔ آیت میں دو لفظ ہیں ایک تسبیح دوسرا صلوة

تسبیح نام ہے جو تمام جائیدادوں کو شامل ہے اور صلوة صرف مکلفین کے لئے ہے۔ اس لئے آدمی کو خواہ مخواہ حیوان بننے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔

آیت ہنرم

كَلَّمَا جَاءَهُمْ كُرْ تَقْعُوْهُمْ جَنْحًا ۚ وَرُكْبًا ۚ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ

مولوی باقر شاہ صاحب نے فرمایا کہ آدمی پیدا ہوتا ہے، ہاتھ کھلے ہوتے ہیں، مرتبہ ہاتھ کھلے ہوتے ہیں، لہذا نماز بھی کھلے ہاتھوں پڑھنی چاہیے۔

الجواب ۱۔ انسان پیدائش کے وقت نہ عاقل ہوتا ہے نہ مکلف، اور پیدائش کے وقت حکمی پلیدی سے ملوث ہوتا ہے اور مونکھو وقت بھی مکلف نہیں رہتا۔

تو مکلف کو غیر مکلف کی حالت پر قیاس کرنا بجا حالت کا کمال ہے۔

آیت ہنرم

وَلْيَاخُذْ وَاحِدٌ رِّهْمًا ۖ فَلْيُطْعِمْهُمْ وَاحِدًا ۖ وَلْيَأْخُذْ وَاحِدًا ۖ وَلْيُطْعِمْهُمْ وَاحِدًا ۖ وَلْيَأْخُذْ وَاحِدًا ۖ وَلْيُطْعِمْهُمْ وَاحِدًا ۖ

مولوی مرزا یوسف نے فرمایا کہ نمازیں ہاتھ کھلے نہ ہوں تو ہتھیار کیسے پکڑ سکتا ہے ،  
لہذا ثابت ہوا کہ صحابہ کو حکم ہوا کہ نماز میں ہتھیار اپنے ہاتھوں میں رکھیں ، لہذا کھلے  
ہاتھوں نماز پڑھنا ثابت ہو گیا ۔

الجواب ۱۔ ہتھیار اور پکڑنا۔ ان دونوں کو جمع کیجئے ، پھر ہتھیاروں میں تلوار  
نیزہ ، تیرکمان سب شامل تھے ۔ ہاتھ کھلے ہوں یا باندھے ہوں ان ہتھیاروں کو پکڑنے  
کا ذرا قصور کیجئے ۔ کوئی صورت بنتی ہے ۔ قیام ہے رکوع ہے ۔ سجدہ ہے ۔ ذرا  
ہاتھوں میں ہتھیار پکڑ کے یہ تینوں ارکان ادا کر کے فرمائیے ۔

قرآن کی مراد یہ ہے کہ نماز پڑھتے وقت ہتھیار پاس رکھیں ، قیام گاہ میں نہ چھوڑ  
جائیں ۔ اپنی حفاظت کا بندوبست کریں ۔ ایسا نہ ہو کہ نماز کی حالت میں دشمن حملہ کر دے  
اور تم ہتھیار لینے کے لئے اپنی قیام گاہ کی طرف دوڑنے لگو ۔  
ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہو کہ یہ ثبوت تو بالکل ایسا ہے جیسا کسی نے کہا تھا ۔  
”علم سائنسی دریا ہے کہیں کا مانگا کہیں لاگت ہے ۔“

